عالم اسلام کو عرس رضوی ۹۹ واں مبارک ہو

صفر المظفر ۱۴۳۹ھ / نومبر ۲۰۱۷ء

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

NOVEMBER 2017

- مرکزی اور صوبائی حکومت کی دوغلی پالیسیاں
- ایک ہی مسجد میں عید کی دو جماعتوں کا شرعی حکم
- امام احمد رضا اور عربی زبان و ادب
- امام احمد رضا اور جدید سائنس
- امام احمد رضا اور بنگلہ دیش
- امام اہل سنت کے اصلاحی افکار کے چند درخشاں پہلو
- مسلک اعلیٰ حضرت اور ہماری ذمہ داریاں

مدیر اعلیٰ
مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

مدیر
مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

November-2017 صفر المظفر ۱۴۳۹ھ / نومبر ۲۰۱۷ء

مجلس ادارت

مفتی محمد صالح صاحب، جامعۃ الرضا
مفتی اختر حسین، حمد اشاہی
مفتی محمد شمشاد حسین، بدایوں
مولانا کوثر امام قادری، مہاراج گنج
مولانا انیس عالم سیوانی، لکھنؤ
مولانا راحت خاں، شاہجہانپور
مولانا عبد المعید ازہری، روناہی
مولانا ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی، ممبئی
مولانا رحمت اللہ صدیقی، ممبئی
مولانا ڈاکٹر مجم القادری، پٹنہ
مولانا ڈاکٹر امجد رضا، پٹنہ
مولانا ڈاکٹر ارشاد احمد ساحل، سہسرام
مولانا قمر الزماں مصباحی، پٹنہ
مولانا شہزاد رضا جامعۃ الرضا
مولانا سلمان رضا فریدی، مسقط
مفتی حنیف قادری، بریلی شریف
ڈاکٹر شفیق اجمل، بنارس
مولانا سید عبد الجلیل، ممبئی
مفتی محمد اشرف رضا، ممبئی
مفتی محبوب رضا قادری، بھیونڈی
مفتی محمد اختر رضا، ممبئی

Vol. 2 جلد نمبر ۲

مجلس مشاورت

مفتی سید شاہد علی، رامپور
مولانا سید اولاد رسول قدسی، امریکہ
مفتی ولی محمد رضوی، باسنی
مفتی محمد محمود اختر رضوی، ممبئی
مولانا سلمان رضا خاں، بریلی شریف
مفتی عاشق حسین کشمیری، بریلی شریف
مفتی افضال احمد رضوی، بریلی شریف
مفتی شمیم احمد نوری، کانپور
مولانا اشرف رضا، بریلی شریف
مولانا ابو یوسف ازہری، گھوسی
مولانا عبد المالک مصباحی، جمشید پور
مولانا مفتی محمد عابد حسین، جمشید پور
مولانا محمد سید اکرام، ممبئی
مفتی محمد بشیر حشمتی، ممبئی
قاری محمد جمال علیمی، ممبئی
مفتی انور نظامی، ہزاری باغ
مولانا امین القادری، بریلی شریف
مفتی مطیع الرحمٰن نظامی، جامعۃ الرضا
مولانا شکیل احمد، جامعۃ الرضا
مفتی عاصم رضا قادری، جامعۃ الرضا
مفتی شاہد رضا مرکزی، جامعۃ الرضا

Issue 11 شمارہ نمبر ۱۱

زیرِ سرپرستی

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی مدظلہ العالی قاضی القضاۃ فی الہند

مدیرِ اعلیٰ

مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

مدیر

مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا
معین اختر رضوی، کمپوزیشن جے آر ایم ہیڈ آفس

فی شمارہ ۲۰ روپے	زر سالانہ ۲۵۰ روپے
پاکستان، نیپال، بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے	دیگر ممالک ۳۵ امریکی ڈالر

رابطہ کا پتہ: دفتر ماہنامہ سنی دنیا، ۸۲ سوداگران، بریلی شریف، یوپی Cont. Add

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82 Saudagran, Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Cont. No. 0581-2458543, 2472166, 3291453 :فون
E-mail:- sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com, atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us: www.aalaahazrat.com, cisjamiatarraza.ac.in, hazrat.org

نوٹ:

رسالے سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۱ بجے تک نیچے دیئے گئے نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں:
9259089193

ہدایت: اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ سنی دنیا کے لئے مضامین بھیجتے وقت لفافہ پر "برائے سنی دنیا" ضرور تحریر فرمائیں، آپ اپنے مضامین ہمارے ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

قانونی انتباہ:

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔ اہل قلم کی آراء سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

گول دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زر سالانہ ختم ہو چکا ہے۔ برائے کرم آگے کے لئے اپنا زر سالانہ پہلی فرصت میں ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ آگے بھی جاری رہ سکے۔

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

فہرست

ماضی کے عرس رضوی کی ایک جھلک

”اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے عرس کی تاریخیں رضویوں کے لوح خاطر پر محفوظ رہتی ہیں، ولولۂ دل آستانۂ رضویہ پر پہنچنے کے لئے مچل رہے ہیں، قلبی تمنائیں درگاہ معلیٰ کی زیارت کے لئے تڑپتی ہیں، نہ انھیں کسی دعوت کی ضرورت، نہ طلب کی حاجت، سراپا طلب تو وہ خود ہیں، حاضری ان کی سعادت ہے، علمائے کرام اور مشائخ عالی مقام رونق افروز ہورہے ہیں، زائرین عرس سے تمام راستے بھر ہوئے ہیں، منٹوں کا راستہ گھنٹوں میں طے ہو پارہا ہے، درگاہ معلیٰ میں ملک کے مشہور خطبا اپنی خوش بیانیوں سے مجمع کو مستفیض فرر ہے ہیں، صبح سے شب کے بارہ ایک بجے تک مجالس گرم رہتی ہیں، عرس کے ایام میں خرقہ پوشی کا وقت اپنی شان وشوکت کے لحاظ سے بڑی خصوصیت رکھتا ہے، دولت سرائے اعلیٰ حضرت میں حضرت عظیم البرکۃ مولانا الحاج الشاہ المفتی محمد حامد رضا خاں صاحب قادری نوری برکاتی رضوی مسند آرائے سجادۂ رضویہ خرقہ شریف زیب تن فرماتے ہیں، عجب عالم ہوتا ہے، ایک نوری پتلا، نوری لباس میں نوری سرکار کے فیض سے بدر منیر سے زیادہ منور نظر آتا ہے، ہر آنکھ محو جمال ہے اور دیدار کے لطف اٹھاتی ہے، غرض بڑی شان وشوکت کے ساتھ عرس کی محافل ہوتی رہیں، ۲۵ رصفر کو ۲ ربجکر ۳۸ رمنٹ پر قل شریف ہوا، عرس کے ایام میں کثرت سے لوگ صاحب سجادہ کی حلقہ بگوشی میں داخل ہوئے، عموماً عصر وظہر کے بعد سے دیر تک مسجد ہی میں محفل بیعت گرم رہتی تھی۔“ [از: قاضی احسان الحق نعیمی علیہ الرحمہ مدیر اول ماہنامہ یادگار رضا]

(از: مولانا سلمان رضا فریدی، مسقط عمان)

مسلک اہل حق کی سند ہیں رضا

مسلک اہل حق کی سند ہیں رضا
معتبر ہیں رضا مستند ہیں رضا

شخصیت اُن کی ہے افتخارِ جہاں
جلوۂ شانِ ربِّ صمد ہیں رضا

مصطفےٰ جانِ رحمت کے پیارے ہیں وہ
بزم سرکار کے معتمد ہیں رضا

پرتو شیر یزداں ہے اُن کی حیات
بارگاہِ علی کے اَسد ہیں رضا

سنیت میں ہےاُن کے دلائل سے جوش
نجد کی ہر خباثت کا رَد ہیں رضا

عظمت حق کی شکل مجسم ہیں وہ
عشق و عرفان کے روح و جسد ہیں رضا

اہل ایمان اُن کی قیادت میں ہیں
رہنمائے وفا تا ابد ہیں رضا

عالم فکر و فن خود تعجب میں ہے
ایسے شہکار عقل و خرد ہیں رضا

اُن کی رفعت پہ خم ہے فلک کی جبیں
علم و حکمت میں اعجازِ قد ہیں رضا

فوج حق جن کی نصرت سے ہے کامیاب
قُوت حق کی ایسی رَسَد ہیں رضا

خِرمن نجد پر شعلۂ برق ہیں
اہل حق کی سراپا مدد ہیں رضا

جس سے باطل کے سینے میں اب بھی ہے گھاؤ
خنجر عشق کی ایسی زد ہیں رضا

اُن کی عظمت کو ہم کیا بیاں کر سکیں
حسنِ اوصاف میں بے عدد ہیں رضا

کیوں نہ تاج الشریعہ پہ قرباں ہو دل
میرے شیخ طریقت کے جد ہیں رضا

بقیہ ص ۳۶ پر

(از: عرفان رضا قادری، چھپرہ بہار)

عرس رضوی منانے بریلی چلیں

غمزدو! مسکرانے بریلی چلیں
نور حق میں نہانے بریلی چلیں

جلوۂ شاہ لانے بریلی چلیں
اپنی قسمت بنانے بریلی چلیں

اے غریبو! سنو! اے فقیرو! سنو!
برکتیں گھر میں لانے بریلی چلیں

آ گیا پھر مبارک مہینہ وہی
عرس رضوی منانے بریلی چلیں

آ گیاعرس رضوی کا موسم حسیں
غنچۂ دل کھلانے بریلی چلیں

قافلے پھر بریلی کو جانے لگے
آؤ! ہم بھی دیوانے! بریلی چلیں

قافلہ رحمتوں کا بھی آنے لگا
رحمتیں حق سے پانے بریلی چلیں

در پہ احمد رضا خان کے، عاشقو!
عشق میں دل لٹانے بریلی چلیں

فخر ازہر کی ہو گی زیارت تمہیں
جان و دل جگمگانے بریلی چلیں

بارشِ نور و رحمت میں اے سنیو!
آؤ! آؤ! نہانے بریلی چلیں

رحمتوں، برکتوں کا ہے دریا رواں
پیاس دل کی بجھانے بریلی چلیں

عشق احمد رضا میں چلا قافلہ
آؤ! ہم بھی دیوانے! بریلی چلیں

ہر قدم پر مسرت نظر آئے گی
غم دلوں کے مٹانے بریلی چلیں

جھولیاں بھر کےلاتے ہیں شاہ و گدا
در سے ہم بھیک پانے بریلی چلیں

بقیہ ص ۴۴ پر

اداریہ

از: عبدالرحیم نشتر فاروقی

مرکزی اور صوبائی حکومت کی دوغلی پالیسیاں

آج ہر انسان اپنے چہرے پر ایک اور چہرہ لگائے بیٹھا ہے جو اس کے اصلی اور حقیقی چہرے سے بالکل مختلف ہے اور وہ اپنے ذاتی مفاد کے حصول کے لئے ان اصلی اور نقلی چہروں کا استعمال کرتا ہے، بنیادی طور پر اسے نہ کسی سے محبت ہے نہ نفرت، نہ کسی سے دوستی ہے نہ دشمنی ابس اپنا الو سیدھا کرنا ہے، چاہے جیسے ہو، یہی حال آج کل کی سیاسی پارٹیوں کا ہے، اقتدار کی "دیوی" چاہئے جیسے بھی مہربان ہو، کرنا ہے، چاہے اس کے لئے انسانوں کی "بلی" چڑھانی پڑے یا جانوروں کی آ جیسے ملاحظہ فرمائیں:

یوگی جی وہی ہیں جو ایک طرف "مسلم عورتوں کو قبر سے نکال کر ان کا "بلاتکار" کرنے کی حمایت کرتے ہیں اور دوسری طرف تین طلاق کے ذریعہ "مسلم عورتوں پر ہونے والے ظلم" کے لئے گھڑیالی آنسو بہا رہے ہیں "تین طلاق کے نام پر مسلم بہنوں پر ظلم برداشت نہیں کیا جائے گا" البتہ ان کی زندگی جو ہو سو ہو، مرنے کے بعد بھی قبر سے نکال کر ان کا "بلاتکار" کرنے کے "شبھ کاریہ" میں کوئی ظلم و ستم نہیں، یوگی جی! یہ کیسی دوغلی پالیسی ہے؟ ؂

شرم تم کو مگر نہیں آتی

حکومت نے جس طرح تین طلاق پر مسلم عورتوں کو ورغلانے کی جو سعی مذموم کی وہ کسی اہل خرد سے پوشیدہ نہیں، خود حکومتی ادارے اپنے سروے میں یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ آج سب سے زیادہ طلاق ہندو طبقے میں ہو رہی ہے، جہاں طلاق کا کوئی "دھارمک پراودھان" ہی نہیں، ان ہندو عورتوں پر ہو رہے "ظلم و ستم" کے لئے اگر حکومت نے آنسو کے دو حقیر قطرے گرائے ہوں تو کوئی بتائے، حکومت کی یہ کیسی دوغلی پالیسی ہے کہ جہاں طلاق کا کوئی مذہبی تصور تک نہیں، وہاں طلاق کے لئے "ہندو لا" میں تبدیلی کر کے "طلاق" کا پراودھان کر رہی ہے اور جہاں ضرورت کے وقت طلاق کا مذہبی تصور ہے وہاں اسے ختم کرنے کی وکالت کر رہی ہے۔

جے این یو میں پاکستان زندہ باد کے نعرے لگانے والے کون تھے؟ کہاں سے، کیسے آئے تھے؟ اور کہاں چلے گئے؟ یہ آج تک نہیں معلوم کیا جا سکا، حکومت آپ کی، پولس آپ کے اشارۂ ابرو کی غلام، یونیورسٹی حکام آپ کی جیب میں، پھر بھی آپ یہ رونا رو رہے ہیں کہ یونیورسٹی کیمپس میں ملک مخالف نعرے لگے؟ اگر واقعی کسی نے "پاکستان زندہ باد" کے نعرے لگائے تو آپ کی پولس آج تک "بنگالی" کیوں کر رہی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ وہاں نعرہ لگا ہی نہیں، جب نعرہ ہی نہیں لگا تو نعرہ لگانے والے کہاں سے ملیں گے، پہلی بات اور دوسری بات یہ کہ اگر نعرہ لگا تو نعرہ لگانے والے وہاں کے اسٹوڈینٹس نہیں ہوں گے، کیوں کہ اگر وہ وہاں کے اسٹوڈینٹس ہوتے تو ضرور پولس کے ہاتھ لگتے، وہ تو کرایہ کے مزدور تھے، جنھوں نے نعرہ لگایا، آقاؤں سے مزدوری لی اور چلے گئے۔ اب اگر پولس ان لوگوں کو گرفتار کرتی ہے تو ظاہر ہے "جو محبوب ہے اس پردہ زنگاری میں" اس کا بھیانک چہرہ دنیا کے سامنے آ جائے گا اور اس خطرناک کھیل کے کھلاڑی ایسا کبھی نہیں چاہیں گے کہ ملک کو برباد کرنے کا ان کا دیرینہ منصوبہ خاک میں مل جائے۔

اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ آج ملک کا مستقبل سنوارنے والے طلبا کو جھوٹے الزامات میں پھنسا کر ان کا مستقبل تباہ و برباد کرنے کی ناکام کوشش کی جا رہی ہے اور یہ سب اس لئے ہو رہا ہے کیونکہ ان طلبا نے آر ایس ایس کے "ایجنڈے" کو نہ اپنا کر سیکولرازم کو اپنایا جو اس ملک کی روح ہے اور یہ سارا گورکھ دھندا بی جے پی حکومت کے "پاؤن چھتر چھایہ" میں ہو رہا ہے۔

دوسری طرف لاکھوں افراد کی ایک منظم بھیڑ "سیکڑوں میں ہندوستان کا نام و نشان مٹا دیں گے" کا نعرہ لگاتی ہے اور ان نعرہ

اداریہ

لگانے والوں کے ویڈیوز، سی سی ٹی وی فوٹیج، ٹی وی چینلوں کی بائٹس سب موجود ہیں، پھر نہ حکومت کو کچھ نظر آرہا ہے، نہ پولس کو، ان میں کسی کو ایک بھی ''دیش دروہ'' نظر نہیں آرہا، تھوڑی دیر کے لئے اگر مان بھی لیا جائے کہ جے این یو میں کچھ شرپسند عناصر نے ''پاکستان زندہ باد'' کے نعرے لگائے (جسے ہمارے جیسا کوئی بھی ہندوستانی قطعی برداشت نہیں کرسکتا) تو حکومت ان کے خلاف کاروائی کیوں نہیں کرتی؟ حکومت ہواہیں تیر چلانا بند کرے اور ''سیکنڈوں میں ہندوستان کا نام ونشان مٹادینے'' کی دھمکی دینے والوں کے خلاف سخت کاروائی کرے، کیوں کہ یہ ہے کھلی ہوئی دیش دروہی جس سے حکومت دانستہ طور پر چشم پوشی کررہی ہے۔

ایسے دیش دروہیوں کے خلاف سخت کاروئی کرنے کے بجائے الٹے بی جے پی کی صوبائی حکومت ''داما دوں'' کی طرح ان دیش دروہیوں کی خاطرداری میں لگی ہوئی تھی، اتنا ہی نہیں گرمیت کا بھیانک چہرہ دیکھنے اوراس کی عیاشیوں کی کربناک داستان سننے کے بعد بھی ہریانہ کے سی ایم منوہر کھٹر ''گرمیت رام رحیم جی'' کہتے نہیں تھک رہے تھے، حکومت کی ایسی ہی ''دوغلی پالیسی'' کی وجہ سے آج مجرم بے خوف گھوم رہے ہیں اور جنھوں نے کچھ بھی نہیں کیا وہ ڈر اور خوف کے سائے میں جینے کو مجبور ہیں۔

آج بھی اس دھرتی سے ہندوستان کا نام ونشان مٹانے کی دھمکی دینے والے گرمیت رام رحیم کے بھگت سرعام گھوم رہے ہیں، اس پر نہ آر ایس ایس کے دیش بھگتی کا جذبہ جوش ماررہا ہے، نہ ہی بی جے پی اور مودی جی کے کانوں پر جوں رینگ رہی ہے، الٹے بی جے پی کے سانسد ساکچھی مہاراج نے گرمیت کے بھگتوں کے ذریعہ ہونے والے نقصانات کے لئے ہریانہ کورٹ ہی کو ذمہ دار ٹھہرادیا اور کہا کہ کورٹ ایک دولڑکیوں کی باتیں سن رہا ہے اور کروڑوں بھگتوں کی ''آستھا'' کو نظرانداز کررہا ہے، ساکچھی مہاراج کی نظر میں گرمیت ایک ''پوتر آتما'' ہے جس کا اعتراف انھوں نے ٹی وی چینلوں پر صاف لفظوں میں کیا۔

ہر خاص وعام کو اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ یہ دنیا اور اس دنیا کی ساری مخلوق، اس کی ساری چیزیں صرف انسانوں کے فائدے کے لئے اوران کے استعمال کے لئے بنائی گئی ہیں، انھیں انسان اپنی ضرورت کے اعتبار سے استعمال کرتا ہے، دنیا کا ہر انسان اپنی مرضی سے جو چاہتا ہے پہنتا ہے، جو چاہتا ہے کھاتا ہے اور جیسے چاہتا ہے رہتا ہے، لیکن آج پورے ہندوستان میں جانوروں کی رکچھا کے نام پر انسانوں کا قتل عام کیا جارہا ہے، گویا یہ دنیا انسانوں کے لئے نہیں جانوروں کے لئے بنائی گئی ہو، شاید اسی لئے جانوروں کے نام پر انسانوں کی ''بلی'' چڑھائی جارہی ہے۔

ملک میں گئو رکچھا کے نام پر مسلمانوں کا قتل عام ہورہا ہے اور گئوسیوا کے نام پر گئوسیوا اسنتھانوں میں گائیوں کو مارا جارہا ہے، یہ کیسا گورکھ دھندا ہے کہ جس گائے کے لئے زندہ انسانوں کو مار دیا جاتا ہے، اسی گائے کو اس کے رکچھک ہی چارے پانی کے بغیر تڑپا تڑپا کر موت کی شکل میں اپنی ''سیوا'' کا خراج وصول کررہے ہیں، جیسے صرف مسلمانوں کے ذریعہ کھانے کے لئے گائیوں کو ذبح کرنا ''گئو ہتیا'' ہو، لیکن ''گئوشالاؤں'' میں انھیں بھوکے پیاسے موت کے گھاٹ اتار دینا عین ''گئوسیوا'' بن جاتا ہو۔

کتنا بڑا المیہ ہے کہ جو گئو رکچھک تھوڑے سے ''گئومانس'' کے لئے مسلمانوں کے خلاف موت کا ''تانڈو'' کرنے لگتے ہیں، وہی گئو رکچھک سیکڑوں گائیوں کی ''سامو ہک ہتیا'' پر ''مون دھارن'' کر لیتے ہیں، آخر کیوں؟ کیوں نہیں جس طرح مسلمانوں کو پیٹ پیٹ کر مار ڈالا جاتا ہے، اسی طرح گائیوں کے ان ''سامو ہک ہتیاروں'' کو بھی مارا جاتا؟ کیوں نہیں انھیں بھی سڑکوں پر دوڑا دوڑا کر موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا؟ کیوں نہیں انھیں بھی ننگا کرکے ان سے ''گئوماتا کی جئے'' کا نعرہ لگوایا جاتا؟ اگر وہ ''گئوہتیا'' کا معاملہ ہے تو یہ بھی ''گئوہتیا'' کا معاملہ ہے اور تو صرف مسلمانوں ہی کے ساتھ یہ سوتیلا پن کیوں؟ یہ دوغلی پالیسی آخر کب تک چلے گی؟

گئو رکچھکوں کی اصلیت

رپورٹ کے مطابق گئو رکچھکوں کی ''آدم خور ٹولی'' سے تعلق رکھنے والے اکثر غنڈے کرمنل بیک گراونڈ کے حامل ہیں، جو محض قانونی کاروائی سے بچنے کے لئے ''گئو رکچھک'' کا چولہ دھارن کر لیتے ہیں، نہ کہ ''گئو شردھا'' سے پریرت ہوکر! یہی بقیہ ص ۲۶ ر پر

ضیائے قرآن

از مفتی محمد شعیب رضا نعیمی قادری*

والدین کے ساتھ حسن سلوک

قرآن و حدیث کی روشنی میں

..... گزشتہ سے پیوستہ .....

۵۷۔ وأخرج الطبرانی فی الأوسط عن عائشة رضی الله عنها قالت: أتی رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم رجل ومعه شیخ فقال له: یا فلان من هذا معك؟ قال: أبی قال: فلا تمش أمامه ولا تجلس قبله ولا تدعه باسمه ولا تستسب (ولا تستسب: ای لا تعرضه للسب وتجره الیه بأن تسب أبا غیرك فیسب أباك مجازاة لك) له۔ یعنی طبرانی نے اوسط میں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے، وہ فرماتی ہیں، ایک شخص رسول اللہ کے پاس آیا اور اس کے ساتھ ایک بوڑھا تھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فلاں تیرے ساتھ یہ کون ہے اس نے عرض کیا، میرے باپ ہیں رسول اللہ نے فرمایا اپنے باپ کے آگے مت چلنا اور اس سے پہلے مت بیٹھنا اور اس کا نام لے کر مت پکارنا اور اس کو گالی مت دلوانا۔ [حیاۃ الصحابہ]

۵۸۔ وأخرج الطبرانی فی الأوسط عن أبی غسان الضبی قال: خرجت أمشی مع أبی بظهر الحرة فلقینی أبو هریرة رضی الله تعالی عنه فقال لی: من هذا؟ قلت: أبی، قال: لا تمش بین یدی أبیك ولكن امش خلفه أو الی جانبیه ولا تدع أحدا یحول بینك وبینه ولا تمش فوق اجّار (الاجار بالكسر والتشدید: السطح الذی لیس حوالیه ما یرد الساقط عنه) أبیك تحته ولا تأكل عرقا (العرق: العظم: اذا أخذ عنه معظم اللحم) قد نظر ابوك الیه لعله قد اشتهاه۔ یعنی طبرانی نے اوسط میں ابوغسان الضبی سے روایت کیا ہے ابوغسان الضبی نے کہا کہ میں ظہر الحرہ جانے کے لیے اپنے باپ کے ساتھ نکلا مجھے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ مل گئے تو انہوں نے مجھ سے کہا کون ہیں یہ؟ میں نے جواب دیا میرے باپ ہیں، ابوہریرہ نے کہا: اپنے باپ کے سامنے مت چلو اور ہاں ان کے پیچھے چلنا یا پہلو میں چلنا اور اپنے اور ان کے درمیان کسی کو حائل مت ہونے دینا اور اپنے باپ کی بلا منڈیر والی چھت پر مت چلنا کہ جس سے تو اس کو گھبراہٹ میں ڈالے اور نہ اس گوشت والی ہڈی کو کھا جس پر تیرے باپ کی نظر پڑ گئی کہ وہ اس کی خواہش رکھتا ہے۔

۵۹۔ عن ابن عمر رضی الله تعالی عنهما أنّ النبی صلی الله تعالی علیه وسلم قال: ان ابر البر ان یصل الرجل وُدَّ أبیه۔ یعنی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے کہ بہترین حسن سلوک یہ ہے کہ آدمی باپ کے چاہنے والے سے صلہ رحمی کرے۔ [رواہ مسلم]

ماں باپ کی خدمت عمر میں برکت اور رزق میں وسعت دیتی ہے

۶۰۔ وعن أنس بن مالك رضی الله تعالی عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم: من سرّهُ أن یُمدّ لهُ فی عمره ویُزاد فی رزقه فلیبرّ والدیه ولیصل رحمهُ۔ یعنی انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو یہ چاہتا ہے کہ اس کی عمر میں زیادتی ہو جائے اور رزق میں برکت ہو جائے تو وہ اپنے والدین کی خدمت کرے اور اپنے رحم سے ملے۔ [الامام احمد]

۶۱۔ وفی روایة عن أنس رضی الله تعالی عنه أن رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم قال: من أحبّ أن یبسط له فی رزقه ویُنسأ له فی أثره فلیصل رحمهُ ومعنی یُنسأ له فی أثره: ای یؤخر له فی أجله وعمره۔ یعنی انس بن مالک سے ایک دوسری روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت

بقیہ ص ۱۰ پر

* مفتی صاحب حضور تاج الشریعہ کے فرزند نسبتی اور مرکزی دارالافتاء کے نائب صدر مفتی ہیں۔

از: شہزادۂ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ ابو حسان محمد عسجد رضا خاں قادری بریلوی

اقسامِ علم اور ان کے احکام

..... گزشتہ سے پیوستہ .....

علم فلسفہ کے اقسام: فلسفہ کا حال یہ ہے کہ وہ علیحدہ علم نہیں ہے بلکہ اس کے چار حصے ہیں:

پہلا— اقلیدس اور حساب سے متعلق ہے اور جائز ہے، جیسا کہ پہلے بیان ہوا، بجز ایسے شخص کے کہ جس پر خوف نہ ہو کہ ان کے پڑھنے سے "علمائے سوء" کی طرف میلان ہو جائے گا، ایسے شخص کو ان سے منع نہ کیا جائے گا اور جس شخص پر خوف ہو اسے منع کیا جائے گا اس لئے کہ ان کے ماہر جو اس میں کثرت سے مہارت رکھتے ہیں، وہ بدعت کی طرف مائل ہو جاتے ہیں تو ضعیف الایمان کو ان دونوں سے بچانا چاہئے جیسے چھوٹے بچے کو کہ نہر میں نہ گر جائے یا نومسلم کو کفار کے میل جول سے بچاتے ہیں کہ کہیں ان کی صحبت اس میں اثر نہ کر جائے بخلاف قوی الایمان کے کہ اس کو کچھ حرج نہیں۔

دوسرا— فلسفہ سے متعلق ہے جس میں دلیل کی کیفیت اور شرطیں اور حد کی وجہ اور شرطیں مذکور ہوتی ہیں اور یہ دونوں باتیں علم کلام میں داخل ہیں۔

تیسرا— الٰہیات سے تعلق رکھتا ہے یعنی اللہ عزوجل اور اس کی صفات بیان کرنا اور یہ بھی کلام میں داخل ہے، فلسفیوں نے اس بارے میں کوئی نیا علم ایجاد نہیں کیا بلکہ ان کے مذاہب جداگانہ ہیں کہ ان میں بعض کفر ہیں اور بعض بدعت اور جس طرح کہ معتزلی (امام غزالی کے دور کا ایک گمراہ فرقہ) ہو جانا کوئی علم جدا نہیں بلکہ کلام والوں ہی میں سے لوگوں نے بحث و دلیل کر کے مذہب باطل علیحدہ کر لیا ہے، اسی طرح فلسفیوں کا حال ہے۔

چوتھا— طبعیات سے تعلق رکھتا ہے کہ بعض تو شریعت اور دین حق کے مخالف ہیں دوسرے علم سے نہیں کہ اقسام علوم میں بیان کئے جائیں بلکہ جہل ہیں، بعض میں اجسام کے صفات اور خواص اور ان کا تغیر و تبدل اور ایک دوسرے سے بدل جانا مذکور ہوتا ہے، اس کا حال طب کے مشابہ ہے، فرق یہ ہے کہ طبیعت کی نظر خاص بدن انسان میں باعتبار مرض اور صحت کے ہوتی ہے اور طبیعت والوں کی نظر تمام اجسام میں باعتبار تغیر اور حرکت کے ہوتی ہے مگر طب کو طبعیات پر فضیلت ہے یعنی طب کی طرف ضرورت ہوتی ہے اور طبعیات کی طرف کوئی ضرورت نہیں۔

خلاصہ یہ ہوا کہ علم کلام ان علوم سے ہے کہ جن کا سیکھنا فرض کفایہ ہے تا کہ عوام کے دلوں کو بدعت کے خیالات سے امن نصیب ہو، اور اس کا علم وجوب بدعات کے پیدا ہونے سے واقع ہوا، جیسے حج کے راستہ میں بدوؤں کے ظلم اور رہزنی کے باعث محافظ کی پناہ کی ضرورت ہو گئی ہے، اگر بالفرض عرب کے بدو لوگ اپنی تعدی چھوڑ دیں تو پھر راہ حج کی شرطوں سے نگہبانی محافظین کی نہ ہو گی، اسی طرح اگر بدعتی اپنی بدعت سے باز آ جائے تو پھر علم کلام کی بھی اس مقدار سے زیادہ حاجت نہ رہے جو زمانۂ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں تھی۔

پس علم کلام سیکھنے والے کو معلوم کرنا چاہئے کہ علم کلام کی حد دین میں یہاں تک ہے اور متکلم کا درجہ دین میں ایسا ہے جیسے راہ حج میں محافظ کا (دور سابق میں) تو اگر محافظ محافظت کے سوا اور کچھ نہ کرے وہ ظاہر ہے کہ وہ حاجیوں میں نہ ہو گا بلکہ حج کے اعمال ادا کرنے سے حاجی ہو گا، خبر گیری اور درستی میں مصروف نہ ہو گا اس کے پاس بجز عقیدے کے (جس میں سب عوام شریک ہیں) اور کیا ہے اور عقیدہ اعمال ظاہری دل اور زبان سے متعلق ہے۔

ہاں عوام سے اس قدر تمیز ہو گی کہ یہ بدعتیوں سے جھگڑ سکتا ہے اور عوام کی حفاظت کرتا ہے، لیکن معرفت اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات اور افعال اور ان کے امور کی جن کا بیان ہم نے "علم مکاشفہ" میں

کیا ہے، وہ علم کلام سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ کیا عجیب ہے کہ یہ علم ان کا حجاب اور مانع ہوا ان تک رسائی تو مجاہدہ سے ہے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا مقدمہ قرار دیا ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین۔ [العنکبوت ۶۹]
یعنی جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھائیں گے۔ [کنزالایمان]

فقیہ کی تعریف: فقیہ وہ ہے جسے وہ قانون معلوم ہو جس سے بادشاہ کو دوسرے کی تعدی سے روک سکے اور علم دین کی یہ نسبت یہ دونوں (فقہ و کلام) کم ہیں، حالانکہ علمائے امت میں جو اہل فضل مشہور ہیں وہ فقہائے کرام اور اہل کلام ہیں اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل ہیں۔ (جاری)

ص ۸ رکا بقیہ

کردی جائے اور اس کی عمر میں زیادتی کردی جائے تو وہ والدین سے صلہ رحمی کرے۔ [متفق علیہ]

۶۲۔و عَن مُعَاذ بْنِ أنس أنَّ رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: من بر والدیه طوبی له زاد الله فی عمرِهِ۔
یعنی معاذ ابن انس سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خوشخبری ہو اس کے لیے جس نے اپنے ماں باپ کی خدمت کی اس کی عمر بڑھادی جاتی ہے۔ [أبو یعلی والطبرانی والحاکم]

۶۳۔وعن ثوبان رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: ان الرجل لیحرم الرزق بِالذنبِ یُصِیبُهُ ولا یَرُدُّ القدرَ الا الدُّعَاء ولا یزیدُ فی العُمُرِ الا البر۔ یعنی ثوبان رضی اللہ عنہ سے ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کو رزق سے محروم کردیا جاتا ہے اس گناہ کے سبب جس کو وہ کرتا ہے اور قدر کو نہیں لوٹاتی مگر دعا اور عمر میں زیادتی صرف والدین کے ساتھ حسن سلوک سے ہوتی ہے۔ [ابن ماجه وابن حبان والحاکم]

والدین کے ساتھ حسن سلوک، ان کے ساتھ صلہ رحمی ہماری دنیا و آخرت سنوانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ (جاری)

ص ۱۷ رکا بقیہ

ایک عیدگاہ میں ایک سے زائد جماعتوں کا حکم بیان کرتے ہوئے بحرالعلوم مفتی عبدالمنان اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''متعدد جماعتوں کے امام اگر شرعی طور پر مقرر اور متعین تھے تو تمام جماعتوں کی نماز ہوگئی اور اگر آج کل کے دستور کے مطابق مقررہ امام تو ایک ہی تھا بغیر جماعت کے لوگوں نے وقتی طور پر کسی صالح امامت کو آگے بڑھادیا اور نماز پڑھ لی تو ان کی نماز عید ادا نہ ہوئی''۔ [فتاوی بحرالعلوم، ۱/۳۰۷]

اور جو لوگ نماز پنج گانہ کی جماعت ثانیہ پر اس کو قیاس کرتے ہوئے حکم دے دیتے ہیں کہ محراب سے ادھر ادھر کھسک کر نماز پڑھ لو ہو جائے گی، بحرالعلوم فرماتے ہیں ''نہ ہی محراب سے ادھر ادھر کھسک کر پڑھنے سے نماز جائز ہوگی، جس نے یہ شگوفہ نکالا، اس نے خلط مبحث کیا، یہ مسئلہ پنجوقتی نماز کے بارے میں ہے تو نماز عید پر اس مسئلہ کو جاری کرنا غلط ہے۔'' [فتاوی بحرالعلوم، ۱/۳۰۷]

بالجملہ: امام معین نے جب نماز عید پڑھادی تو جو لوگ باقی بچے، ان کو کسی اور مسجد میں یا عیدگاہ میں نماز ادا کرنا چاہئے تھا، اسی مسجد میں غیر معین امام کے پیچھے نماز ادا کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں تھا، واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم۔ ■■■

ص ۵۶ رکا بقیہ

بنا کر کچہری میں مقدمہ دائر کئے ہیں، بعدہ اس کے فتویٰ اور آنحضور کی تحریر مبارک دونوں کچہری میں پیش ہوا اور مولوی وجیہ اللہ کو اور اس طرف کے علماؤں کو حاکم نے طلب کیا اور دونوں فتویٰ کے مطلب حاکم کو سمجھا دیئے مگر مولوی وجیہ اللہ نے حضور کے فتویٰ پر اور مذہب کے قیل وقال ناشائستہ بیان کیا مگر حاکم کے نزدیک کچھ اعتبار نہیں ہوا اور حاکم نے خود کہا کہ جناب مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب کو میں خوب جانتا ہوں اور ان کی حالت مجھے خوب معلوم ہے اور دیوبند کے علمائے لامذہب کو بھی معلوم ہے کہ میں ہند کی سیر کرنے والا ہوں۔'' [فتاویٰ رضویہ، مترجم، ج ۱۳، ص ۱۵۵]

سطور بالا امام اہل سنت سے علمائے بنگلہ دیش کے دیرینہ تعلقات اور آپ سے گہری عقیدت ومحبت کے غماز ہیں۔ ■■■

از: مفتی محمد ذوالفقار نعیمی ککرالوی*

ایک ہی مسجد میں عید کی دو جماعتوں کا شرعی حکم

نماز عید اور جمعہ کے سلسلے میں عموماً دیکھنے میں آتا ہے کہ لوگ ان دونوں نمازوں کو نماز پنجگانہ کی طرح سمجھتے ہیں اور نماز عید و جمعہ اور نماز پنجگانہ کے مابین امتیاز و فرق نہیں کر پاتے، حالانکہ نماز عید اور جمعہ کے احکام خاص کر امامت کے معاملہ میں نماز پنجگانہ سے جداگانہ ہیں، نماز پنجگانہ میں سے اگر کسی نماز کی جماعت نکل جائے تو اسی مسجد میں جماعت ثانیہ کی اجازت ہوتی ہے البتہ نماز عید و جمعہ میں معاملہ اس کے برعکس ہے۔

نماز پنجگانہ میں جماعت ثانیہ کے لئے بس صالح امامت شخص کو امامت کے لئے آگے بڑھا دینا ہی کافی ہوتا ہے البتہ نماز عید و جمعہ میں ایسا نہیں ہے، اس کا حکم مختلف ہے، اس میں جماعت ثانیہ کا حکم مشروط ہے، اس مسئلہ میں درج ذیل باتیں خاص طور پر قابل غور ہیں، جن پر آگے تفصیلی بحث کی جائے گی۔

(۱) عید کی نماز اگر امام معین نے پڑھا دی ہے اور کچھ لوگ تاخیر کے سبب رہ گئے یا وہ نماز میں تھے مگر ان کی نماز کسی سبب فاسد ہو گئی تو وہ کیا کریں؟

(۲) وقت باقی ہے تو کیا باقی ماندہ حضرات امام معین کے نماز پڑھا نے کے بعد اسی مسجد میں دوسری جماعت کر سکتے ہیں؟

(۳) نماز پنجگانہ کی طرح کیا عید کی بھی جماعت ثانیہ کی اجازت ہے۔

(۴) اگر دوسری جماعت کی جائے تو امام کسے بنایا جائے۔

(۵) اگر اپنی مرضی سے کسی کو امام بنا کر نماز ادا کریں تو کیا شرعاً ایسا کرنے کی اجازت ہے؟

اب مذکورہ بالا مسائل کی بالترتیب تفصیل ملاحظہ کریں:

پہلی صورت میں حکم شرع یہ ہے کہ اگر مقررہ امام نے از روئے شرع نماز درست پڑھا دی ہو اور ایک شخص یا کچھ لوگ نماز سے رہ گئے ہوں تو وہ عیدگاہ وغیرہ دوسری جگہ نماز ادا کرنے کی کوشش کریں۔ اگر وہاں بھی نماز نہ پڑھ پائیں خواہ کسی سبب سے ہو تو پھر انہیں نماز عید پڑھنے کا حکم نہیں ہے بلکہ فقہائے کرام نے انہیں چاشت کی چار رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

تبیین الحقائق میں ہے: ان الإمام لو صلاها مع جماعة وفاتت بعض الناس لا يقضيها من فاتته إذا خرج الوقت، وكذلك في الوقت"

امام نے نماز پڑھا دی جماعت کے ساتھ اور کچھ لوگوں کی نماز چھوٹ گئی تو وہ وقت میں یا اس کے بعد اس کی قضا نہیں کریں گے۔" [تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، ۱/۲۲۶، باب صلاۃ العید]

درر الحکام شرح غرر الاحکام میں ہے: "ان الإمام صلاها مع جماعة وفاتت بعض الناس لا يقضيها في الوقت وبعده" یعنی امام نے نماز پڑھا دی جماعت کے ساتھ اور کچھ لوگوں کی نماز چھوٹ گئی تو وہ وقت میں یا اس کے بعد اس کی قضا نہیں کریں گے۔" [درر الحکام شرح غرر الاحکام، ۱/۱۴۳]

فتاوی عالمگیری میں ہے: "لو صلاها مع الجماعة وفاتت بعض الناس لا يقضيها من فاتته خرج الوقت أو لم يخرج" اگر امام نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھا دی اور بعض لوگوں کی نماز چھوٹ گئی تو جن کی نماز چھوٹی ہے وہ قضا نہیں کریں گے وقت نکل گیا ہو یا نہ نکلا ہو۔" [فتاوی عالمگیری، ۱/۱۵۰، ۲]

تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، درر الحکام شرح غرر الاحکام اور فتاوی عالمگیری کی عبارت سے صراحۃً یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر ایک شخص یا ایک سے زیادہ لوگوں کی نماز عید کی جماعت چھوٹ گئی ہو تو وقت باقی ہو یا نہ ہو وہ اب قضا نہیں کریں گے۔ لیکن فقہ کی دوسری کتابوں میں دوسرے مقام پر امام مقرر و معین کے پیچھے اگر نماز مل سکتی ہو تو وہاں ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے بصورت

دیگر نماز چاشت ادا کرنے کا، ملاحظہ کریں۔

بحر الرائق میں ہے: "(قوله :ولم تقض إن فاتت مع الإمام) فمراده نفي صلاتها وحده وإلا فإذا فاتت مع إمام وأمكنه أن يذهب إلى إمام آخر فإنه يذهب إليه، لأنه يجوز تعدادها في مصر واحد في موضعين وأكثر اتفاقا إنما الخلاف في الجمعة وأطلقه فشمل ما إذا كان في الوقت أو خرج الوقت، وما إذا لم يدخل مع الإمام أصلا أو دخل معه وأفسدها فلا قضاء عليه أصلا۔ ان کا قول کہ قضا نہیں کرے گا اگر امام کے ساتھ فوت ہوگئی۔ تو اس سے مراد تنہا اس کی نماز کا چھوٹ جانا ہے اگر امام کے ساتھ چھوٹ گئی (مطلب نماز ادا کر چکا ہے اس نے نہیں ادا کی) اور اگر دوسرے امام کی طرف جانا ممکن ہو تو وہاں جائے کیوں کہ نماز عید کا ایک ہی شہر میں دو اور اس سے زیادہ مقامات پر ہونا جائز ہے بالاتفاق۔ البتہ جمعہ میں اختلاف ہے۔ اور ان کا اسے مطلق رکھنا اس لئے کہ وہ اس حکم کو شامل ہے کہ کام وقت میں ہو یا وقت نکل گیا ہو۔ اور جب امام کے ساتھ بالکل شامل نہیں ہوا یا شامل ہوا ہو لیکن نماز فاسد کر دی ہو تو اس پر بالکل قضا نہیں ہے۔"

[بحر الرائق، ۲۸۴، ۲/۲۸۳ صلاۃ العیدین]

مراقی الفلاح میں ہے : "فإن شاء انصرف وإن شاء صلى نفلا والأفضل أربع فيكون له صلاة الضحى" تو اگر چاہے (دوسری جگہ) پڑھ لے اور اگر چاہے تو نفل نماز ادا کر لے اور افضل یہ ہے کہ چار رکعت نماز پڑھ لے تاکہ نماز چاشت ہو جائے۔" [مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، باب صلاۃ العیدین، ۱/۲۰۳]

حاشیہ طحطاوی میں ہے :ولو قدر بعد الفوات مع الإمام على إدراكها مع غيره فعل للاتفاق على جواز تعددها" اگر ایک امام کے ساتھ فوت ہونے کے بعد دوسرے امام کے ساتھ نماز ادا کر سکتا ہو تو نمازی وہاں چلا جائے کیونکہ متعدد مقامات پر عید کے جواز پر اتفاق ہے۔"

[حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص ۵۳۵]

درمختار میں ہے: 'لو امكنه الذهاب الى امام آخر فعل لانها تؤدی بمصر واحد بمواضع کثيرة "اگر دوسرے امام کی طرف جانا ممکن ہو تو جائے کیوں کہ ایک شہر میں کئی جگہ نماز عید ادا کی جاسکتی ہے۔" [الدر المختار، ۳/۵۹، باب العیدین]

شدید بارش کے سبب بعض اہل شہر کی نماز عید چھوٹ جانے پر جماعت ثانیہ سے متعلق ایک سوال کا تفصیلی جواب دیتے ہوئے حضور اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

"اگر مقرر کردہ امام سب پڑھ چکے اور بعض لوگ رہ گئے تو یہ بیشک نہیں پڑھ سکتے نہ آج نہ کل"۔ [فتاوی رضویہ قدیم، ۳/۸۰۵]

حضور اعلیٰ حضرت کی اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے مفتی عبدالحق صاحب رضوی مفتی اشرفیہ مبارک پور، لکھتے ہیں: اللہ عزوجل سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کو اسلام اور مسلمین کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے کہ میں اپنی اس تحریر میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا، آقائے نعمت سیدی اعلیٰ حضرت نے اپنے فتوی مبارکہ کے اخیر کی چند سطروں میں وہ سب کچھ کہہ دیا یعنی وہ مسلمان جو جمعہ وعیدین کی پہلی جماعت میں شریک نہیں ہو سکے ہیں اور ان باقی ماندہ لوگوں میں کوئی مقرر کردہ امام جمعہ وعیدین بھی ہے تو دوسری جماعت کی امامت وہی مقرر کردہ امام جمعہ وعیدین کرے گا اور اگر مقرر کردہ سارے امام پڑھ چکے ہیں تو ایسی صورت میں باقی ماندہ لوگ اگر جمعہ ہے تو تنہا تنہا اپنی ظہر پڑھیں گے اور اگر عیدین ہے اس کی قضا نہیں۔ لہٰذا ترک واجب کی وجہ سے بارگاہ الٰہی میں توبہ واستغفار کریں گے۔ بہتر یہ ہے کہ یہ لوگ چار رکعت چاشت کی نماز پڑھیں۔"

[ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور، اکتوبر ۲۰۱۶ء ص ۱۱]

صدر الشریعہ فرماتے ہیں: "امام نے نماز پڑھ لی اور کوئی شخص باقی رہ گیا خواہ وہ شامل ہی نہ ہوا تھا یا شامل تو ہوا مگر اس کی نماز فاسد ہوگئی تو اگر دوسری جگہ مل جائے پڑھ لے ورنہ نہیں پڑھ سکتا، ہاں بہتر یہ ہے کہ یہ شخص چار رکعت چاشت کی نماز پڑھے۔"

[بہار شریعت، حصہ چہارم، ص ۷۸۳]

بحر الرائق، مراقی الفلاح، حاشیہ طحطاوی، اور بہار شریعت کی مندرجہ بالا عبارات سے ثابت ہوا کہ اگر امام معین کے ساتھ

نماز عید نہ ادا کرسکا تو دوسرے کسی امام کے پیچھے نماز ادا کرے۔ نیز بحرالرائق اور درمختار سے یہ بھی پتہ چلا کہ نماز عید شہر میں کئی مقامات پر ہوسکتی ہے۔اور فتاوی رضویہ سے یہ مسئلہ بھی واضح ہوگیا کہ اگر شہر کے سبھی مقرر کردہ امام نماز سے فارغ ہوگئے ہوں تو پھر نماز عید ادا کرنے کا حکم نہیں ہے۔البتہ ایک ہی مقام پر نماز عید کی امام معین اور امام غیر معین کے ساتھ دو جماعتوں کی اجازت کتب فقہ میں صراحۃً کہیں نظر سے نہیں گزری۔بعض کتب میں اجمالی طور پر دو جماعت کا ذکر ہے مگر مشروط ہے۔جس کی تفصیل ان شاء اللہ آگے آپ ملاحظہ کریں گے۔

یہاں تک یہ ثابت ہوا کہ اگر ایک یا ایک سے زیادہ لوگوں کی نماز عید چھوٹ جائے تو وہ کوشش کریں کہ کسی اور مسجد میں امام معین کے پیچھے ادا کرلیں۔ورنہ نماز نفل چار رکعت بشکل چاشت ادا کرلیں۔اب رہا معاملہ یہ کہ جس طرح نماز پنجگانہ میں جماعت کے بعد دوسری جماعت کی اجازت ہے تو کیا وہ اجازت نماز عید کے لئے بھی ہوگی۔اور جس طرح کسی بھی نیک لائق امامت شخص کو نماز پنجگانہ میں نماز کے لئے کھڑا کردیتے ہیں کیا نماز عید میں بھی کرسکتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے، کہ امام معین کے نماز عید پڑھا لینے کے بعد جماعت ثانیہ اسی مسجد میں جائز نہیں ہے۔البتہ امام معین کے نماز پڑھا لینے کے بعد نماز پنجگانہ کی جماعت ثانیہ چند قیود کے ساتھ بلا کراہت جائز ہے۔ اور کم پڑھے لکھے لوگوں کو یہیں مغالطہ ہوتا ہے۔وہ نماز پنجگانہ کے حکم کو نماز عید و جمعہ پر بھی منطبق کردیتے ہیں۔حالانکہ نماز عید اور نماز جمعہ کا حکم نماز پنجگانہ سے بہت جداگانہ ہے۔نماز پنج گانہ میں کسی بھی شخص کو امام بنا کر جماعت ادا کرسکتے ہیں۔مگر عید اور جمعہ کی نماز میں ایسا نہیں ہے۔وہاں تو جماعت کے لئے امام، بادشاہ اسلام ہو، یا اس کا نائب و ماذون ہو یا یا قاضی شرع ہو جسے علماء نے قاضی مانا ہو یہاں قاضی سے عوام کا منتخب قاضی مراد نہیں ہے۔یا اعلم علمائے بلد یعنی شہر کے سبھی عالموں میں سب سے زیادہ علم والا عالم ہو، اگر یہ سب نہ ہو تو وہ مجبوری عامہ مسلمین نے جسے متفقہ امام مقرر کیا ہوا، بس اسی کو عید اور جمعہ پڑھانے کی اجازت ہے۔اس کے ہوتے ہوئے یا اس کے نماز پڑھا لینے کے بعد وقتی طور پر کسی کو امام منتخب کرلینا اور اس کے پیچھے نماز عید و جمعہ ادا کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔یہ سب بخوبی جانتے ہیں کہ ایک عیدگاہ میں یا ایک مسجد میں بس ایک ہی امام معین و مقرر کیا جاتا ہے جسے سب جانتے ہیں کہ اس مسجد کا امام فلاں شخص ہے۔کیوں کہ اس کا تقرر ہوچکا ہوتا ہے۔تو شرعی ضابطہ یہی ہے کہ بس نماز عید و جمعہ پڑھانے کا حق اسی کو حاصل ہے۔ اگر وہ پڑھا دے تو پھر کسی کو اجازت نہیں ہے۔ہاں البتہ سلطان اسلام وغیرہ جن کا ذکر اوپر ہوا وہ اس وقت کسی کو امام مقرر کریں تو اجازت ہوگی۔لیکن سو پچاس لوگ وقتی طور پر یوں ہی کسی کو جماعت ثانیہ کے لئے کھڑا کردیں اور اسے امام بنالیں شرعاً اس کی اجازت نہیں ہوگی، یہاں یہ بھی باور کرادیں کہ نماز عید و جمعہ دونوں کا حکم ایک ہے نماز عید کی سوائے خطبہ کے وہی شرائط ہیں جو نماز جمعہ کی ہیں۔

جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے: **"ویشترط للعید ما یشترط للجمعة إلا الخطبة"** نماز عید کے لئے وہی شرائط ہیں جو نماز جمعہ کے لئے ہیں سوائے خطبہ کے۔"

[فتاوی عالمگیری، ۱۵۰/۱، باب صلاۃ العیدین]

لہٰذا نماز عید اور جمعہ کی پہلی جماعت ہو یا دوسری جماعت، اس کے لئے مشروط امام ہی ضروری ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو نہ پہلی جماعت ہوگی اور نہ دوسری۔

علاوہ ازیں ایک جماعت امام معین پڑھا لے تو دوسرا امام عموماً مساجد میں معین نہیں ہوتا تو اس کو نماز عید و جمعہ کا حق امامت حاصل نہیں ہوگا اور جب حق حاصل نہیں ہوگا تو وہ پڑھا نہیں سکتا اور جب وہ پڑھانے کا اہل ہی نہیں تو اس کے پیچھے نماز کیوں کر ہوسکتی ہے اور جب نماز نہیں ہوسکتی تو جماعت کی اجازت کیسے مل جائے گی۔

نماز عید اور جمعہ کے لئے امام کی کیا شرائط ہیں اور امام معین کے نماز پڑھانے کے بعد نماز عید کی جماعت کے لئے کون سا امام نماز پڑھا سکتا ہے اور کب جماعت ثانی پڑھی

جاسکتی ہے اور کب نہیں۔ کتب فقہ کی درج ذیل عبارات میں تفصیل ملاحظہ کریں۔

حاشیہ طحطاوی میں ہے: قولہ :"لا تتم بدون الإمام أی السلطان أو مأموره" أی وقد صلاها الإمام أو مأموره فإن كان مأمورا بإقامتها له أن يقيمها" اوران کا قول کہ امام یعنی سلطان اسلام یا اس کے مامور کے بغیر نماز پوری نہیں ہوسکتی۔ یعنی امام یا اس کے نائب نے نماز پڑھادی پس اگر وہ امامتِ عید کے لئے مامور تھا تو وہ اسے پڑھا سکتا ہے۔"

[حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص ۵۳۵]

بدائع الصنائع میں ہے:"فلا يجوز أداؤها إلا بتلك الصفة، ولأنها مختصة بشرائط يتعذر تحصيلها فی القضاء، فلا تقضى كالجمعة ولكنه يصلی أربعا مثل صلاة الضحى إن شاء، لأنها إذا فاتت لا يمكن تداركها بالقضاء لفقد الشرائط"نماز عید اکا ادا کرنا جائز نہیں ہے مگر اسی طرح سے (جس طرح مشروع ہے، کہ جماعت ہو، سلطان اسلام، ماذون یا امام معین ہو) کیوں کہ نماز عید چند شرائط کے ساتھ مختص ہے جن کا حصول قضا میں دشوار ہے۔"

[بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ۱/۶۲۴، باب صلاۃ العیدین]

محیط برہانی میں ہے:"علماؤنا رحمهم الله قالوا : لا يجوز إقامتها إلا بشرائط مخصوصة منها الإمام، فإذا فاتت مع الإمام فقد عجز عن قضائها، فلا يلزمه القضاء" ہمارے علماء نے، اللہ ان پر رحمت نازل فرمائے، فرمایا نماز عید کا قائم کرنا جائز نہیں ہے مگر مخصوص شرائط کے ساتھ ان میں سے ایک امام کا ہونا بھی ہے۔ تو جب امام کی نماز کے ساتھ اس کی نماز چھوٹ گئی تو وہ قضا سے عاجز ہوگیا تو اس پر قضا لازم نہیں ہے۔"

[محیط برہانی، ۲/۱۱۲]

مراقی الفلاح میں ہے:"ومن فاتته الصلاة" فلم يدركها "مع الإمام لا يقضيها" لأنها لم تعرف قربة إلا بشرائط لا تتم بدون الإمام أی السلطان أو مأموره"جس نے یہ نماز امام کے ساتھ نہیں پائی تو وہ قضا نہیں کرے گا کیوں کہ وہ مشروع نہیں ہے مگر شرائط کے ساتھ جو نہیں پوری ہوں گی بغیر امام کے یعنی سلطان یا اس کے مامور کے بغیر"

[مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، باب صلاۃ العیدین، ۱/۲۰۳]

حضور اعلیٰ حضرت نماز عید و جمعہ میں امام سے متعلق شرائط بیان کرتے رقم طراز ہیں:"جمعہ و عیدین کی امامت مثل نماز پنجگانہ نہیں کہ جسے چاہئے امام کردیجئے بلکہ اس کے لئے شرط لازم ہے کہ امام ماذون من جہۃ سلطان الاسلام ہو بلاواسطہ یا بالواسطہ کہ ماذون کا ماذون ہو یا ماذون الماذون کا ماذون ہو۔"

[فتاوی رضویہ قدیم، ۳/۷۰۸]

مزید فرماتے ہیں:"نمازِ عید مثل نماز جمعہ ہے نمازِ پنجگانہ کی طرح نہیں جن میں ہر شخص صالح امامت کرسکتا ہے، عیدین اور جمعہ کے لئے شرط ہے کہ امام خود سلطانِ اسلام ہو یا اُس کا نائب یا اس کا ماذون، اور نہ ہو تو بضرورت جسے عام مسلمانوں نے امامتِ جمعہ و عیدین کے لئے مقرر کیا ہو"۔

[فتاوی رضویہ قدیم، ۳/۸۰۶]

اور لکھتے ہیں:"جمعہ و عیدین کی امامت پنجگانہ کی امامت سے بہت خاص ہے، امامت پنجگانہ میں صرف اتنا ضرور ہے کہ امام کی طہارت و نماز صحیح ہو، قرآن عظیم صحیح پڑھتا ہو، بدمذہب نہ ہو، فاسق معلن نہ ہو، پھر جو کوئی پڑھائے گا نماز بلاخلل ہوجائے گی بخلاف نماز جمعہ و عیدین کہ ان کے لئے شرط ہے کہ امام خود سلطان اسلام ہو یا اس کا ماذون، اور جہاں یہ نہ ہوں تو بضرورت جسے عام مسلمانوں نے جمعہ و عیدین کا امام مقرر کیا ہو کما فی الدر المختار وغیرہ، دوسرا شخص اگر ایسا ہی عالم و صالح ہو ان نمازوں کی امامت نہیں کرسکتا اگر کرے گا نماز نہ ہوگی"۔

[فتاوی رضویہ قدیم، ۳/۸۰۱]

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:"نماز جمعہ و عیدین مثل عام نمازوں کے نہیں کہ جسے امام کردیا نماز ہوگئی ان کے لئے ضرور ہے کہ امام خود سلطان اسلام ہو یا اس کا مقرر کردہ، اور یہ نہ ہوں تو بضرورت وہاں کے عام مسلمانوں نے جسے امامت جمعہ کے لئے معین و مقرر کیا ہو، تو ان تینوں جماعتوں میں جس کا امام

امام معین و مقرر کردہ جمعہ تھا اس کی اور اس کے مقتدیوں کی نماز ہو گئی باقیوں کی نہیں، اور اگر کسی کا امام ایسا نہ تھا تو کسی کی نہ ہوئی"۔ [فتاویٰ رضویہ قدیم، ۳/ ۷۲۳]

اور لکھتے ہیں: "جمعہ وعیدین وکسوف میں ہر شخص امامت نہیں کر سکتا بلکہ لازم ہے کہ سلطانِ اسلام کا مقرر کردہ یا اُس کا ماذون ہو، ہاں جہاں یہ نہ مل سکیں تو بضرورت عام اہلِ اسلام کسی کو امام مقرر کر لیں، صورتِ سوال میں جبکہ سلطنت اسلام سقی اللہ تعالٰی عھدھا سے بحکم حاکم شرع وہاں جمعہ قائم اور امامت خاندان ایام قدیم میں مستمر ودائم ہے تو امام خود ماذون من جانب السلطان ہے، اس کے ہوتے بلا مجبوری شرعی عام مسلمانوں کو بھی امام جدید قائم کرنے کا اختیار نہیں۔

لان الخیرۃ لھم انما یکون عند الضرورۃ لفقد الماذون فاذا وجد فلا ضرورۃ فلا خیرۃ۔ (انہیں اختیار ضرورت کے وقت ہے جب ماموں نہ ہو اور جب ماموں ہے تو اب ضرورت نہیں لہٰذا اختیار بھی نہ ہوگا۔)" [فتاویٰ رضویہ قدیم، ۳/ ۷۰۷]

اگر عید کی نماز ایک عیدگاہ میں دو الگ الگ امام پڑھائیں یعنی ایک عیدگاہ میں عید کی دو جماعتیں ہوں یا مسجد میں دو امام دو جمعہ پڑھائیں تو کیا اس کی اجازت ہوگی اس تعلق سے حضور اعلیٰ حضرت رقم طراز ہیں: "ظاہر ہے کہ ایک مسجد میں ایک نماز کے لئے دو (۲) شخص امام مقرر نہیں ہوتے تو جو ان میں مقرر نہیں ہے اسکی اور اس کے پیچھے والوں کی نماز نہ ہوگی"۔

[فتاویٰ رضویہ قدیم، ۳/ ۸۰۶]

مزید فرماتے ہیں: "اور مسجد واحد کے لئے وقتِ واحد میں دو امام کی ہر گز ضرورت نہیں، تو جب پہلا امام معیّن جمعہ ہے دوسرا ضرور اُس کی لیاقت سے دور و مہجور تو اُس کے پیچھے نماز جمعہ باطل ومحذور"۔ [فتاویٰ رضویہ قدیم، ۳/ ۸۰۷]

عبارات مذکورہ سے صاف حکم معلوم ہوا کہ ایک عیدگاہ میں یا ایک مسجد میں دو امام مقرر نہیں ہوتے تو جو مقرر و معین ہوگا اس کی نماز ہو جائے گی اور جو مقرر و معین نہ ہو تو اس کی اور اس کے پیچھے پڑھنے والوں کی نماز نہیں ہوگی، ایک عیدگاہ میں دو اماموں کی جماعت کے جواز کا حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اگر دونوں امام ماذون باقامت نماز عید تھے تو دونوں نمازیں جائز ہو گئیں"۔ [فتاویٰ رضویہ قدیم، ۳/ ۸۰۳]

اور جب دونوں امام شرعاً ماذون ہوں تو ان کی پڑھائی ہوئی نماز ہو جائے گی۔ لوگوں کو اس سے بھی مغالطہ ہو جاتا ہے کہ فتاویٰ فیض الرسول وغیرہ فتاویٰ میں نماز جمعہ وعید کے بارے میں سوال کے جواب میں اجمالی حکم بیان کرتے ہوئے کہیں کہیں بس اتنا ہی لکھا گیا ہے اور اس کو سمجھے بغیر لوگوں سے کہہ دیا جاتا ہے کہ فیض الرسول میں لکھا ہوا ہے کہ نماز ہو جائے گی" ماذون باقامت" کو بالکل حذف کر جاتے ہیں، حالانکہ یہ ہر صاحب علم جانتا ہے کہ جہاں صرف ماذون باقامت لکھا ہوا ہے وہاں ماذون سے نماز جمعہ وعید قائم کرنے کا شرعی جواز رکھنے والا مراد ہے۔ جس کی تفصیل گزر چکی۔

علاوہ ازاں عید وجمعہ چوں کہ شرائط کے اعتبار سے یکساں ہیں سوائے ایک شرط خطبہ کے، اس لئے ہم کچھ مسائل جماعت جمعہ کے ایک ہی مسجد میں دوبار ہونے کے جواز وعدم جواز سے متعلق نقل کرتے ہیں۔ تاکہ جمعہ کے ضمن میں مقام واحد میں متعدد نماز عید ہونے کا بھی حکم واضح ہو جائے۔

حضور اعلیٰ حضرت جمعہ وعیدین میں امام کے تقرر کی شرائط اور ایک مسجد میں ایک ہی نماز جمعہ کے لئے دو امام ہونے اور ایک مسجد میں دوبار جمعہ ہونے کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "امامت جمعہ وعیدین ہر کس نتواں کرد بلکہ واجب ست کہ سلطانِ اسلام یا ماذون او باشد و بضرورت آنکہ مسلمان اور امام جمعہ مقرر کردہ باشند وشک نیست کہ یک مسجد را دو امام جمعہ کہ اقامت جمعہ واحدہ کنند نباشد پس در مسجد واحد دوبار جمعہ نتواں شد چوں بعض مردماں ایں جا جمعہ نیابند بمسجدے دیگر اگر یابند روند کہ تعدد جمعہ در شہر مذہب مفتی بہ رواست ہمچناں اگر امامے معین برائے امامتِ جمعہ یابند و در غیر مسجد در شہر یا فنائے شہر ادا کنند نیز روا باشد زیرا کہ مسجد شرط جمعہ نیست" جمعہ وعیدین کی امامت ہر کوئی نہیں کروا سکتا بلکہ واجب ہے کہ وہ سلطانِ اسلام یا اس کی

طرف سے مامور ہو، البتہ ضرورت کے پیش نظر مسلمان امام جمعہ مقرر کر سکتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک مسجد میں ایک جمعہ کی اقامت کے لئے دو امام نہیں ہو سکتے، لہٰذا ایک مسجد میں دوبار جمعہ نہیں ہو سکتا جب کچھ لوگ اس مسجد میں جمعہ نہ پا سکتے تو وہ دوسری مسجد میں چلے جائیں کیونکہ مفتی بہ مذہب کے مطابق شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہو سکتا ہے، اسی طرح اگر مقرر امامِ جمعہ کو شہر یا فنائے شہر میں مسجد کے علاوہ پالیتے ہیں تو وہاں بھی جمعہ جائز ہوگا کیونکہ جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں"۔ [فتاویٰ رضویہ قدیم، ۳/۷۰۵]

مزید فرماتے ہیں: "اور پر ظاہر کہ کلام اسی صورت میں ہے جبکہ پہلا جمعہ صحیح ادا ہولیا ورنہ مسجد واحد میں تعددِ جمعہ کہاں اور دُوسری مسجد میں اولویت کا کیا منشاء، تو ضرور ہے کہ پہلی نماز اسی نے پڑھائی جو اس مسجد میں اقامتِ جمعہ کا مالک تھا اب یہ دوبارہ وہیں جمعہ پڑھانے والا دو حال سے خالی نہیں یا اس مالکِ اقامت کے اذن سے پڑھائے گا یا بے اذن اول کی طرف راہ ممنوع کہ یہاں اذنِ مالک نہیں، مگر انابت اور بعد اس کے کہ آج کا جمعہ خود اصل پڑھا چکا اقامت شعار ہو چکی، جمعہ امروز میں انابت کے کوئی معنی نہیں کہ انابت تحصیل ناحاصل کے لئے ہوتی ہے نہ تحصیل حاصل کے واسطے نہ نائب و منیب ایک امر میں جمع ہو سکیں اور آیندہ جمعہ کے لئے اذن جمعہ امروز کا اذن نہیں تو شق ثانی ہی متعین ہوئی اور جمعہ میں غیر امامِ جمعہ کی امامت بے اذن امامِ جمعہ باطل ہے"۔ [فتاویٰ رضویہ قدیم، ۳/۶۹۰]

لوگ کبھی کبھی کسی معمولی سی وجہ کو شرعی مجبوری کا نام دے کر ایک امام کے ہوتے ہوئے ایک اور نیا امام مقرر کر لیتے ہیں، امام جدید قائم کرنے کے سلسلے میں شرعی مجبوری کیا ہوتی ہے اس کو بیان کرتے ہوئے حضور اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: "یہاں مجبوری شرعی یہ کہ امام ماذون خود نہ رہے یا اُس میں مذہب وغیرہ کے فساد پیدا ہونے سے قابلیت امامت معدوم ہو جائے اور اس خاندانِ ماذون میں کوئی اور بھی صالح امامت نہ ہو، جب ان صورتوں میں سے کچھ نہ تھا اس دوسرے شخص کی امامت نہ ہوئی اُس کے پیچھے نماز عید و جمعہ محض باطل ہوں گی وہ سخت گناہوں کا خود بھی مرتکب ہوگا اور اُتنے مسلمانوں کو بھی شدید معصیتوں میں مبتلا کر دے گا وہ دوسری مسجد کا جمعہ حرام ہوگا اور ظہر کا فرض سر پر رہے گا۔ اور عیدین میں نماز عید باطل ہوگی اُس کا پڑھنا گناہ ہوگا۔ واجب عید سر پر رہ جائے گا تفریق جماعت تو وہاں کہی جائے کہ نماز جمعہ یا عیدین اس کے پیچھے بھی صحیح ہو جائیں، جب یہاں سرے سے ہوئی ہی نہیں تو تفریق کیسی، بلکہ ابطال نماز ہے کہ سب سے سخت تر ہے" [فتاویٰ رضویہ قدیم، ۳/۷۰۷]

عبارت مذکورہ میں حضور اعلیٰ حضرت نے صاف فرما دیا کہ بلاوجہ شرعی عام لوگوں کو بھی امام جدید منتخب کرنے کا حق نہیں ہے۔ اور شرعی مجبوری کی بھی کیسی صراحت فرمائی "یہاں مجبوری شرعی یہ کہ امام ماذون خود نہ رہے یا اُس میں مذہب وغیرہ کے فساد پیدا ہونے سے قابلیت امامت معدوم ہو جائے اور اس خاندانِ ماذون میں کوئی اور بھی صالح امامت نہ ہو" بہت سے مقامات پر لوگوں نے جمعہ اور عید کے مسئلہ امامت کو خانگی معاملہ سمجھ لیا ہے جب چاہا، جیسا چاہا، کر لیا دس بیس سو پچاس لوگ اکٹھا ہوئے اور جماعت کرا لی۔

حضور اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: "مسلمانو! نماز حکم شرعی ہے احکامِ شرع کے مطابق ہی ہو سکتی ہے کوئی خانگی معاملہ نہیں کہ جس نے جب چاہا کر لیا، حکم شرعی یہ ہے کہ اقامتِ جمعہ کے لئے سلطانِ اسلام یا اُس کا نائب یا اُس کا ماذون شرط ہے اور جہاں سلطانِ اسلام نہ ہو عالم دین فقیہ معتمد اعلم اہل بلد کے اذن سے امامِ جمعہ و عیدین مقرر ہو سکتا ہے اور جہاں یہ بھی نہ ہو تو بمجبوری جسے وہاں کے عامہ مسلمین انتخاب کر لیں وُہ امامت جمعہ یا عیدین کر سکتا ہے ہر شخص کو اختیار نہیں کہ بطورِ خود یا ایک دو یا دس بیس یا سو پچاس کے کہے سے امام جمعہ یا عیدین بن جائے ایسا شخص اگرچہ اس کا عقیدہ بھی صحیح ہو اور عمل میں بھی فسق و فجور نہ ہو جب بھی امامتِ جمعہ و عیدین نہیں کر سکتا اگر کرے گا نماز اس کے پیچھے باطل محض ہوگی کہ اُن تین طریقوں میں سے ایک وجہ کا امام یہاں شرطِ صحت نماز تھا جب شرط مفقود مشروط مفقود ولہٰذا صورتِ مسئولہ میں پہلے لوگوں کا جمعہ باطل محض ہوا اور دوسرے

لوگوں کا صحیح"۔ [فتاوی رضویہ قدیم، ۳/ ۲۷۵]

اور فرماتے ہیں: "یہ مسئلہ نہایت واجب الحفظ ہے، آج کل جہّال میں یہ بلا بہت پھیلی ہوئی ہے کہ جمعہ یا نماز عید نہ ملی کسی مسجد میں ڈھائی آدمی جمع ہوئے اور ایک شخص کو امام ٹھہرا کر نماز پڑھ لی وہ نماز نہیں ہوتی۔ اور اس کے پڑھنے کا گناہ الگ ہوتا ہے۔عوام کے خیال میں یہ نمازیں بھی پنجگانہ کی طرح ہیں کہ جس نے چاہا امامت کرلی، حالانکہ شرعاً یہاں امام خاص اس طریق معیّن کا درکار ہے اُس کے بغیر یہ نمازیں ہو نہیں سکتیں"

[فتاوی رضویہ قدیم، ۳/ ۷۰۷]

کتب فقہ کی معتبر کتابوں سے خاص فتاوی رضویہ شریف سے یہ بات بالکل صاف ہوگئی کہ نماز عید معین کے علاوہ کسی کو پڑھانے کی اجازت نہیں ہے اور اگر امام معین نے پڑھادی ہو اور لوگ نماز عید سے رہ گئے ہوں تو ان کو الگ سے کوئی امام کر کے جماعت کرنا جائز نہیں ہے، مزید چند اور حوالے اردو فتاوی سے اس مسئلہ سے متعلق نقل کئے دیتے ہیں تاکہ لوگوں کو مسئلہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

ایک ہی جگہ نماز عید کی دو جماعتوں کا حکم بیان کرتے ہوئے حضور صدر الشریعہ فرماتے ہیں: "نماز عید کے لئے بھی امام شرط ہے۔جس طرح جمعہ کے لئے اور امام سلطان اسلام ہوگا یا اس کا نائب یا قاضی اور جہاں یہ نہ ہوں تو عام لوگوں نے جس کو امام مقرر کرلیا ہو وہ نماز پڑھائے گا۔صورت مسئولہ میں جب کہ امام معین موجود ہے پھر دوسرے امام کو قائم کرنے کی ضرورت نہیں۔لہٰذا امام معین نے جو پڑھایا وہی صحیح ہے اور دوسری جماعت ناجائز"۔ [فتاوی امجدیہ، ۱۶۸]

نماز جمعہ اور عید کا حکم ہم پیچھے بیان کرآئے ہیں البتہ ایک حوالہ نماز جمعہ کے دوبار ہونے کے سلسلے میں اور پیش ہے اور اس مسئلہ میں نماز عید اور نماز جمعہ کا حکم ایک سا ہے جیسا کہ پیچھے گزر چکا۔

فتاوی شرعیہ میں ہے: "جمعہ کی نماز باجماعت ایک مسجد میں بروجہ مسنون ادا ہوجانے کے بعد پھر اسی مسجد میں جمعہ کی دوسری جماعت ناجائز ہے کیوں کہ نماز جمعہ کے لئے عوام کے منتخب امام کا ہونا شرط ہے اور دوسری جماعت میں یہ شرط مفقود ہے تو دوسری جماعت سرے سے ہوگی ہی نہیں۔ اذا فات الشرط فات المشروط، جب شرط فوت ہوگئی تو مشروط بھی فوت ہوگیا۔عامۃ المسلمین کو یہ حق پہنچتا ہے کہ چند افراد کو جماعت ثانیہ سے روکیں۔ [فتاوی شرعیہ، ۳/ ۵۴۱، ۵۴۲]

مفتی عبدالحق رضوی صاحب مفتی اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ جمعہ وعیدین کی جماعت ثانیہ سے متعلق اپنے ایک تفصیلی فتوی میں لکھتے ہیں: ایک مسجد میں دو یا چند بار جمعہ وعیدین کی جماعت جائز ودرست ہونے کے لئے ضروری ہے کہ مسجد کے ارباب حل وعقد ٹرسٹیان (متولی وغیرہ) پہلے ہی سے حسب ضرورت دو یا چند امام جمعہ وعیدین مقرر کردیں مقرر کردہ امام ہی نماز پڑھائے کوئی دوسرا نہ پڑھائے"۔[ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، اکتوبر ۲۰۱۶ء ص ۹]

آگے لکھتے ہیں: "اگر صورت حال یہ ہے کہ جہاں مسلمانوں کی اتنی کثرت ہو کہ وہ سب بیک وقت مسجد میں سما ہی نہیں سکتے اس مجبوری کے پیش نظر مسجد کے ارباب حل وعقد نے پہلے ہی سے حسب ضرورت دو یا چند امام جمعہ وعیدین مقرر کر رکھے ہیں انہیں مقرر کردہ اماموں نے متعدد بار مسجد یا عیدگاہ میں جمعہ وعیدین کو پڑھایا۔۔۔۔تو تعدد جمعہ وعیدین شرائط مذکورہ کے ساتھ الضرورات تبیح المحظورات اور دفع حرج کی وجہ سے جائز ودرست ہے"۔ [مرجع سابق، ص ۱۳]

ایک ہی مسجد میں اور ایک ہی مصلّٰی پر تین اماموں کا تین بار نماز عید الاضحٰی پڑھانے سے متعلق بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"نماز عید مثل نماز جمعہ ہے نماز پنجگانہ کی طرح نہیں جن میں ہر شخص صالح امامت کرسکتا ہے، عیدین اور جمعہ کے لئے شرط ہے کہ امام خود سلطانِ اسلام ہو یا اُس کا نائب یا ماذون، اور وہ نہ ہو تو بضرورت جسے عام مسلمانوں نے امامتِ جمعہ وعیدین کے لئے مقرر کیا ہو، ظاہر ہے کہ ایک مسجد میں ایک نماز کے لئے دو شخص امام مقرر نہیں ہوتے تو جو امام مقرر نہیں اس کے پیچھے والوں کی نماز نہ ہوگی۔[فتاوی بحر العلوم، ۱/ ۵۵۵] (بقیہ ص ۱۰ ۱ر پر)

از: مفتی محمد صابر القادری فیضی*

ماہ صفر المظفر کے فضائل اور معمولات

اسلامیات

ماہ صفر اسلامی سال کا دوسرا مہینہ ہے اس ماہ میں بھی بہت سارے واقعات رونما ہوئے ہیں جن کا ذکر آگے آئے گا۔

آقائے کریم ﷺ فرماتے ہیں من بشرنی بخروج الصفر انا بشر لہ بدخول الجنۃ. یعنی جو شخص ماہ صفر کے گزرنے کی خبر دیگا میں اسے بہشت میں جانے کی خوش خبری دونگا۔

[راحت القلوب ص ۲۳۱]

وجہ تسمیہ: صفر اصل میں بالکسر سے ماخوذ ہے جس کا معنی خالی ہے چونکہ یہ مہینہ محرالحرام کے بعد آتا ہے اور نبی پاک ﷺ کی بعثت سے قبل ماہ محرم میں جنگ حرام تھی مگر جب صفر کا مہینہ آتا تو اہل عرب جنگ کے لئے چلے جاتے اور گھروں کو خالی چھوڑ جاتے اس لئے اس کو صفر کہا گیا۔

ماہ صفر اور بلاؤں کا نزول

ابو العالی العراقی نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کی خدمت میں ایک دن حضرت علیہ السلام تشریف لائے اور انکے ہمراہ ایک کریہ المنظر شخص تھا جو سیاہ کپڑا پہنے ہوئے تھا۔ نبی کریم ﷺ نے جب اس کی طرف نظر کی تو اس کی بد خلقی اور کریہ المنظر کی وجہ سے اپنی جگہ سے ہل نہ سکا اور جبریل علیہ السلام سے دریافت فرمایا کہا "یہ کون شخص ہے" جواب دیا کہ اے اللہ کے حبیب ﷺ یہ صفر کا مہینہ ہے کیا آپکو نہیں معلوم کہ اللہ تعالی دنیا میں جتنی بلائیں ہے انکو دس حصوں میں تقسیم کیا ہے جن میں نو حصے صرف ماہ صفر میں نازل ہوتی ہیں اور ایک حصہ باقی گیارہ مہینوں میں۔ وہ شخص قابل مبارک ہے جو ماہ صفر میں تلاوت قرآن کرتا ہے اور غریبوں کو کھانا کھلاتا ہے۔

[علم الیقین اردو ترجمہ کرتا لو مطلین]

صاحب راحت القلوب شیخ الاسلام فرید الدین علیہ الرحمہ کا فرمان عالیشان ہے کہ اللہ تعالی ہر سال دس لاکھ اسی ہزار بلائیں نازل فرماتا ہے۔ جس میں سے صرف اس مہینے میں نو لاکھ ساٹھ ہزار بلائیں نازل ہوتی ہیں اس مہینے کو دعاء اور اطاعت الٰہی سے بسر کرنا چاہئے پھر کوئی بلا پیش نہیں آتی۔

شیخ الاسلام فرید الدین علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ شیخ الاسلام خواجہ معین الدین حسن سنجری قدس سرہ العزیز کی شرح میں نے لکھا دیکھا ہے کہ سارے ماہ صفر میں تین لاکھ چوبیس ہزار بلائیں نازل ہوتی ہیں پس جو شخص دعاء وظائف اور استغفار میں مشغول رہیگا اور نبی پاک ﷺ پر درود بھیجتا رہیگا اس کو اللہ تعالی ہر بلا اور ہر مصیبت سے محفوظ رکھے گا اور جو شخص ان باتوں میں سستی کریگا اس کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ [راحت القلوب]

ماہ صفر میں رونما ہونے والے واقعات

شیخ الاسلام فرید الدین علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جو شخص بلا میں گرفتار ہوتا ہے اسی ماہ صفر میں ہوتا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اسی ماہ میں گندم کھایا اور اسی ماہ صفر میں بہشت سے نکل کر دنیا میں تشریف لائے اور تین سو سال تک روتے رہے جب آپ کے وجود پہ گوشت و پوست نہ رہا تو حکم ہوا توبہ کرو ہم نے تمہاری توبہ قبول کی یہ ماہ صفر میں ہی ہوا۔

حضرت وہب ابن منبہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت فرماتے ہیں کہ جب ہابیل اور قابیل دونوں بھائی ماہ صفر میں شکار کے لئے نکلے تو حضرت آدم علیہ السلام نے انھیں منع فرمایا کہ صفر میں باہر نہ نکلو۔ تو انہوں نے کچھ خیال نہ کیا جب جنگل میں پہونچے تو دونوں بھائیوں میں تکرار ہو پڑی۔ قابیل نے ہابیل کو منگل کے دن قتل

کر دیا اور پشیماں ہوا کہ میں نے کیا کیا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام نے یہ بات سنی تو سخت گھبرائے تو جبریل علیہ السلام نے آکر کہا حکم الٰہی یوں ہی ہے کہ ہابیل کی اولاد سے سارے سنی ہونگے اور قابیل کی اولاد سے جو ہونگے وہ یہودی اور کافر وغیرہ ہونگے اسوجہ سے کہ اس نے ماہ صفر میں بھائی کو مارا ہے۔

[راحۃ القلوب ص ۲۴۳]

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر ماہ صفر میں ہی طوفان کی بلا آئی اور ہلاک ہوئی اور اسی ماہ کی پہلی تاریخ کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا۔ اسی ماہ صفر میں ہی حضرت ایوب علیہ السلام کیڑوں کی مصیبت میں مبتلا ہوئے۔ ماہ صفر کے آخر میں حضرت ذکریا علیہ السلام کے سر پر آرہ رکھا گیا۔ ماہ صفر ہی کے آخری چہار شنبہ کو حضرت یحیٰ علیہ السلام کے حلق میں چھری گھونپی گئی۔ اس ماہ میں حضرت جرجیس علیہ السلام کے سات ٹکڑے کئے گئے۔ اسی ماہ میں حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں بند ہوئے۔ اسی مہینے میں آسیہ بنت مزاحم اور اتباع کو جو فرعون کی بیویاں تھیں (اور جو مومنہ تھیں) مصیبت پہنچی اور حضرت امام حسن اور امام حسین علیہما السلام اسی مہینے میں بدھ کے دن بیمار ہوئے۔ ان کی بیماری سے رسول ﷺ کو بے حد غم ہوا حضرت جبریل تشریف لائے اور حضور ﷺ کو اطمینان دلایا حضور نے دریافت فرمایا کہ کب اچھے ہونگے حضرت جبریل نے کہا یہ مہینہ ختم ہوجائیگا تو انشاء اللہ اچھے ہوجائیں گے۔

اسی ماہ صفر میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ بد خلقی کی۔ اسی ماہ میں حضرت داؤد علیہ السلام سے لغزش ہوئی جس کی وجہ سے وہ دو سو برس تک روتے رہے۔ اسی وجہ سے آپ کے رخساروں کا گوشت و پوست اڑ گیا تھا۔

اسی ماہ میں فرعون کے ساحر (جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے) قتل کئے گئے اور اسی مہینے میں بنی اسرائیل کی گائے ذبح ہوئی۔ اسی ماہ صفر میں سید الانبیاء ﷺ کو مرض موت لاحق ہوا اور اسی ماہ کے بعد وصال ہوا۔ اسی ماہ میں تمام انبیاء و مرسلین پر مصیبتیں نازل ہوئیں، معلوم ہوا کہ یہ مہینہ بہت ہی بھاری ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمیں تمہیں اور تمام مسلمانوں کو ماہ صفر کی گرانی سے بچائے۔

[راحۃ القلوب ص ۲۴۳ اور علم یقین ص ۱۶۔ ۳۱۵]

ماہ صفر کی بلاؤں سے حفاظت کی دعاء

جو شخص اس دعا کو پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو سال آئندہ میں اس ماہ کے مصائب سے محفوظ رکھے گا۔

دعاء یہ ہے: بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم اللھم نرحینا بدخول الصفر واختمہ بالخیر والظفر واحرف شرہ عنا وعن جمیع المؤمنین والمؤمنات برحمتك یا ارحم الراحمین وصلی اللہ و تعالیٰ علی لخیر خلق محمد و الہ اجمعین۔ ترجمہ اے اللہ ہم پر صفر کے مصائب کو آسان کر دے اور اس کو خیر و ظفر کے ساتھ ختم کر دے اور اس کی برائیاں ہم سے دور کر دے اور تمام مومن و مومنات کو اس سے محفوظ رکھ اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہم پر محض اپنی رحمت سے رحم کر اور اپنی رحمت اپنے بہترین شخص یعنی محمد ﷺ پر اور انکے تمام آل واصحاب پر نازل فرما۔

ماہ صفر کی پہلی رات کے نوافل

حضرت شیخ الاسلام فرید الدین علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ صفر کی پہلی رات کو تمام مسلمانوں کے بچاؤ کے لئے چار رکعت نماز بعد نماز عشاء اس طرح ادا کرے کہ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد قل یآ ایھا الکافرون پندرہ مرتبہ اور دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص پندرہ مرتبہ، تیسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد قل اعوذ برب الفلق پندرہ بار اور چوتھی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد چند مرتبہ ایاك نعبد و ایاك نستعین پڑھے پھر ستر مرتبہ درود شریف پڑھے یہ نماز بوقت چاشت ادا کی جائے تو اللہ تعالیٰ جو بلائیں اس روز تقدیر میں لکھا ہے ان سے اپنے فضل و کرم سے محفوظ رکھتا ہے۔ [راحۃ القلوب ص ۲۴۲]

ماہ صفر کے آخری چہار شنبہ کی حقیقت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرور کائنات ﷺ سے

روایت کرتے ہیں کہ ایک بار حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگوں میرے بعد جب ایک سو پچیس برس گزر جائینگے تو میری امت میں خیر یعنی نیکیاں اور انسانی شفقتیں اور ہمدردیاں نہ باقی رہیں گی۔ ایک اعرابی نے پوچھا کہ پھر اس سے بچنے کی کیا تدبیر ہے۔ ارشاد فرمایا کہ ہر مومن کو مناسب ہے کہ ہر ہفتہ ماہ صفر میں چہار شنبہ کے دن غسل کرے اور چار رکعت نماز حضور قلب اور آہ وزاری کے ساتھ ادا کرے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد انا اعطینا سات مرتبہ پڑھے۔ بعض علماء دین سے دریافت کیا گیا کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ کل عام وخاص ماہ صفر کے آخر ہفتہ میں چہار شنبہ کے دن بہت اظہار خوشی کرتے ہیں اور مساکین کو کھلاتے پلاتے ہیں؟ جواب دیا کہ اسکی وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی دعاء اسی دن قبول فرمائی تھی اور اسی دن فرعون مع اپنے لشکر دریا میں غرق کر دیا گیا تھا جس کی وجہ سے مومنین کو بہت خوشی ہوئی اور اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کو طوفان سے بچایا روایت ہے کہ اسی ماہ صفر میں حضور آقائے نامدار سرور کائنات ﷺ بیمار ہوئے، اصحاب رسول ﷺ شدت حزن وغم سے اسقدر روئے کی چار شخصوں اور تین عورتوں کی آنکھیں غبار آلود ہوگئیں اور روشنی جاتی رہی، رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک انکی آنکھوں پر پھیرا اور وہ روشن ہوگئیں، اس وقت حضور نے فرمایا کہ اب میں جنت میں داخل ہونا چاہتا ہوں، آپ کئی دن تک علیل رہے لیکن چہار شنبہ کے دن آپنے آنکھیں کھولیں اور فرمایا کہ اے عائشہ میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ آج میں تندرست ہوں۔ یہ سنکر لوگوں کو بہت خوشی ہوئی اور انھوں نے کچھ تھوڑا بہت کھانا کھایا اور فقیروں کو صدقہ دیا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سو درہم صدقہ کئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سات ہزار۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پانچ سو درہم، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس ہزار اور عبداللہ ابن عوف نے کچھ گھوڑے صدقہ میں دئے۔ اس روز دن بھر حضور سرور دو عالم ﷺ کی طبیعت مبارک بحال رہی لیکن عصر کے وقت سے پھر مرض نے زور پکڑا اور اسی مرض میں حضور ﷺ نے دنیا سے ماہ ربیع الاول کے چڑھتے چاند میں رحلت فرمائی۔

[تذکرۃ الواعظین صفحہ ۱۸۔۳۱۷]

ماہ صفر کے آخری چہار شنبہ کے نوافل

شرح شیخ حضرت خواجہ معین الدین سنجری علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ ماہ صفر میں تین لاکھ چوبیس ہزار بلائیں نازل فرمائیں ہیں لیکن مہینے کے آخر میں ان بلاؤں کی تعداد دگنی ہو جاتی ہے تو جو شخص صبح کے وقت غسل کرلے اور دو رکعتیں پڑھے اور ذکر خدا میں مشغول رہے پھر جب آفتاب نکلے تو دو رکعت خواہ چار رکعت نفل خشوع اور خضوع کے ساتھ پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اسکو گناہوں سے اس طرح پاک وصاف فرمادیگا جیسا کہ اپنے پیدا ہونے کے دن وہ بے گناہ تھا اور بعضوں نے بیان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص ماہ صفر کے آخر یوم چہار شنبہ میں چار رکعت نفل پڑھے پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ الم نشرح اکیس بار اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد انا انزلنا اکیس بار تیسری رکعت میں انا اعطینا اکیس بار چوتھی رکعت میں قل ھو اللہ احد اکیس بار تو اسکو اللہ تعالیٰ سال آئندہ تک جمیع مصائب سے محفوظ اور مامون رکھے گا اور اس کا مال اور اس کا دین اس کا گھر اس کی اولاد سب محفوظ اور سالم رہیں گے بعضوں نے کہا ہے کہ اگر کسی کو یہ خواہش ہو کہ "میری عمر بڑھ جائے" تو اس کو چاہئے کہ صفر کے آخر چہار شنبہ کے دن چار رکعت دو سلام سے پڑھے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص پندرہ بار پڑھے اور نماز نفل سے فارغ ہونے کے بعد حضور سرور دو عالم ﷺ پر اکیاون مرتبہ درود شریف بھیجے اور اس کے بعد یہ دعا پڑھے۔

اللّٰھم یاشدید القوی یاشدید المحال یاعزیز ذللت لعزتك جمیع خلقك اکفنی من جمیع خلقك یامحسن یامجمل یامفضل یامنعم یامکرم یالا الہ الا انت برحمتك یا ارحم الراحمین۔

اس کے بعد اپنے لئے اور اپنے والدین کریمین کے لئے دعائے خیر مانگے اللہ تعالیٰ اس کو ماہ صفر المظفر (بقیہ ص ۲۶ پر)

از: مفتی رضوان احمد نوری شریفی*

مسلک اعلیٰ حضرت پر ایک تحقیقی اور سنجیدہ تحریر

تیسری اور آخری قسط

اس نشست میں حضرت علامہ مفتی لطف اللہ صاحب قادری مدظلہ العالی متھرا بھی شریک تھے جو بہترین شاعر بھی ہیں، انھوں نے سید العلما قدس سرہ کے اس شعر سے متاثر ہوکر فارسی زبان میں درج ذیل دو شعر کہے۔

در دل ما درد پنہاں زندہ باد
در لب ما ذکر جاناں زندہ باد

سید العلما بفرمود ایں دعا
مسلک احمد رضا خاں زندہ باد

اس کی ترجمانی حضرت مفتی صاحب موصوف کے سپوت صاحبزادے حضرت قاری برکت اللہ صاحب نے یوں کی ہے:

دل میں ہمارے درد ہمیشہ چھپا رہے
لب پہ ہمارے ذکر حبیب خدا رہے

سید کی یہ دعا ہے خدا سے بصد خلوص
مسلک ہمارا مسلک احمد رضا رہے

مارہرہ مطہرہ کی دوسری بزرگ شخصیت اپنے وقت کے مرشد اعظم، جلیل القدر عالم ربانی، حضور احسن العلماء سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قدس سرہ ”مسلک اعلیٰ حضرت“ کے پاسبان اور ناشر تھے، اپنے شہزادوں اور مریدین و متوسلین اور ملنے والوں کو مسلک اعلیٰ حضرت پر ثابت قدم رہنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔

چنانچہ موجودہ صاحب سجادہ ڈاکٹر حضور امین ملت سید شاہ محمد امین میاں قادری برکاتی مدظلہ العالی اپنے مضمون ”وے صورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں“ میں اپنے والد بزرگوار کے بارے میں فرماتے ہیں:

”سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی (جنھیں ان کے مرشدان کرام ”چشم و چراغ خاندان برکات“ کہتے تھے) سے بے پناہ لگاؤ تھا، دن میں کئی بار اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تذکرہ ان کی عادت تھی، ہم بھائیوں سے کہتے تھے کہ ”میرا جو مرید مسلک اعلیٰ حضرت سے ذرا بھی ہٹ جائے تو میں اس کی بیعت سے بیزار ہوں اور میرا کوئی ذمہ نہیں ہے“ فرماتے تھے کہ یہ میری زندگی میں نصیحت اور میرے وصال کے بعد میری ”وصیت“ ہے، انتقال سے چند روز قبل برادرم سید محبوب حیدر نوری سے فرمایا کہ ”بیٹا! مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے مسلک حق کو ہمیشہ مضبوطی سے تھامے رہنا، در حقیقت مسلک اعلیٰ حضرت کوئی نئی چیز نہیں کہ یہی مسلک صاحب البرکات ہے، مسلک غوث اعظم ہے، مسلک امام اعظم ہے اور مسلک صدیق اکبر ہے“ اعلیٰ حضرت کی شان میں ادنیٰ سی توہین کرنے والے سے ملنا انھیں گوارا نہیں تھا، خواہ اس کا تعلق کتنے ہی بڑے خانوادے سے ہو، کتنا ہی بڑا مقرر ہو یا پیر ہو، ان کی کسوٹی اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت تھے، اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم کا ذکر ”میرے اعلیٰ حضرت، میرے مفتی اعظم“ کہہ کر فرماتے اور اعلیٰ حضرت کو ”رضائے آل رسول“ فرماتے تھے۔“ [اہل سنت کی آواز جلد ۲، ۱۷ اکتوبر ۱۹۹۵ء]

رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ والرضوان تیمارداری اور مزاج پرسی کے لیے جب دہلی کے جی بی پنتھ اسپتال میں گئے تھے تو دم رخصت ارشاد فرمایا:

”مسلک اعلیٰ حضرت پر ڈٹے رہیے“ علامہ موصوف فرماتے ہیں کہ ”آج میں سوچتا ہوں تو کلیجہ پھٹنے لگتا ہے کہ ان کے ایمان کی حس کتنی بیدار تھی کہ موت کا فرشتہ ان کے

*مضمون نگار الجامعۃ البرکاتیہ گھوسی ضلع مئو یوپی کے مفتی اور استاذ ہیں۔

سرہانے کھڑا تھا اور اس عالم میں بھی انھیں اپنے خاندان کی نہیں، صرف مسلک اعلیٰ حضرت کی فکر دامن گیر تھی''۔

[اہل سنت کی آواز ص ۵۸]

اور حضرت شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ حضور احسن العلما قدس سرہ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

''آپ کی سب سے بڑی خصوصیت تصلب فی الدین تھا، مذہب حقہ اہل سنت و جماعت پر سختی سے پابند تھے، اس میں ذرا بھی مداخلت گوارا نہ فرماتے، مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے عاشق زار تھے، مسلک اعلیٰ حضرت سے سرمو انحراف کو برداشت نہ کرپاتے''۔ [اہل سنت کی آواز ص ۴۷]

اب ذیل میں دوسری خانقاہوں کے مشائخ عظام اور اکابرین کے صرف مسلک سے متعلق اقوال پیش کیے جارہے ہیں جو مضمون ''مسلک اعلیٰ حضرت پر استقامت'' سے ماخوذ ہیں۔

(۱) کچھوچھہ شریف کے مشہور و معروف بزرگ خانقاہ برکاتیہ سے فیض یافتہ شیخ المشائخ حضرت علامہ سید شاہ علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں: ''میرا مسلک شریعت وطریقت میں وہی ہے جو اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی کا ہے، میرے مسلک پر چلنے کے لیے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے''۔

[پیغام رضا، مارچ ۲۰۰۷ء، بحوالہ آئینہ صلح کلیت]

(۲) عالمی مبلغ اسلام شیخ طریقت مولانا شاہ عبد العلیم میرٹھی صدیقی قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''الحمد للہ میں مسلک اہل سنت پر زندہ ہوں اور مسلک اہل سنت وہی ہے جو مسلک اعلیٰ حضرت ہے، جو اعلیٰ حضرت کی کتابوں میں مرقوم ہے اور الحمد للہ اسی مسلک پر میری عمر گزری اور الحمد للہ آخری وقت اسی مسلک پر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم مبارک میں خاتمہ بالخیر ہو رہا ہے''۔

(۳) حضور ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''اس میں شک نہیں کہ اعلیٰ حضرت کا مسلک بالکل حق اور جو اس کے طریقے پر ہے وہی ٹھیک ہے''۔

(۴) حضور شیر بیشۂ اہل سنت علامہ حشمت علی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''جو شرعی مسلک ہے وہی مسلک اعلیٰ حضرت ہے''۔

(۵) نبیرۂ امیر ملت مولانا سید اختر حسین شاہ صاحب علی پوری نے فرمایا: ''میرا اور جد محترم کا مسلک وہی ہے جو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت عاشق رسول مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے''۔

(۶) امام اہل سنت محدث اعظم پاکستان علامہ ابو الفضل محمد سردار قادری رضوی چشتی صابری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے شجرہ شریف کی ہدایات میں صاف صاف تحریر فرمایا ہے: ''امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا علامہ شاہ احمد رضا خاں صاحب کے مسلک پر مضبوطی سے قائم رہیں، ان کا مسلک مذہب اہل سنت وجماعت ہے''۔

(۷) امام العلما مولانا محمد امام الدین کوٹلوی علیہ الرحمہ نے مولانا ابو النور علامہ محمد بشیر صاحب کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ''دیکھو تمہارے والد فقیہ اعظم (مولانا محمد شریف محدث کوٹلوی) رحمۃ اللہ علیہ اور تمہارے تایا (باپ کا بڑا بھائی) حضرت مولانا محمد عبد اللہ اور میں عمر بھر اعلیٰ حضرت بریلی شریف والے کے مسلک کی تبلیغ کرتے رہے تم بھی قائم رہنا خدا تمہاری مدد فرمائے گا''۔

(۸) مفتی اعظم پاکستان علامہ ابو البرکات سید احمد قادری شیخ الحدیث دار العلوم حزب الاحناف لاہور علیہ الرحمہ نے فقیر راقم الحروف (مولانا محمد حسن رضوی بریلوی میلسی) کے ایک استفسار کے جواب میں تحریر فرمایا: ''عجب ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت بریلوی قدس سرہ کا فتویٰ ہوتے ہوئے فقیر سے استفسار کیا جارہا ہے، فقیر کا اور فقیر کے آباء واجدا کا وہی مسلک ہے جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ہے''۔ [پیغام رضا، مارچ ۲۰۰۷ء، بحوالہ آئینہ صلح کلیت]

(۹) اپنے وقت کے عظیم بزرگ تارک الدنیا حضرت علامہ سید زین العابدین علیہ الرحمۃ والرضوان قطب بلگرام جن کی روشن ضمیری کا یہ حال ہے کہ میرے مرشد برحق حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کا جس رات وصال ہوا ٹھیک اسی وقت اپنے حجرۂ مبارکہ سے باہر تشریف لائے اور اپنے سینہ اور شکم مبارک پر ہاتھ پھیرتے

ہوئے فرمایا کہ افسوس! آج آسمان ولایت کا ایک تارہ ٹوٹ گیا، یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ موبائل کا دور نہیں تھا اور نہ ہی عام طور سے لوگوں کے پاس فون ہوتے تھے، دوسرے دن اطلاع ملی تو معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی وقت حضرت کا وصال ہوا جب حضرت قطب بلگرام نے خبر دی، انھوں نے اپنے خلیفہ اور جانشین مخدوم ملت حضرت علامہ حافظ و قاری سید اویس مصطفی صاحب قبلہ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب نے جس مسلک و مذہب حق کی نشاندہی فرمائی ہے وہی حق ہے، اسی پر قائم رہنا'' یہ بات حضور مخدوم ملت نے عرس کے جم غفیر میں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ''جو میرا مرید اس مسلک پر نہ ہو وہ میرا مرید نہیں''۔

اپنے وقت کے عظیم خطیب علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ نے عالیجناب الحاج سعید نوری صاحب کو ایک طویل خط لکھا جس میں مسلک اعلیٰ حضرت کا بار بار ذکر کیا ہے، میں صرف انھیں جملوں کو یہاں نقل کرتا ہوں جو مسلک سے متعلق ہیں، وہ تحریر فرماتے ہیں:

(۱) بے راہ روی کے اس دور میں مسلک اعلیٰ حضرت کی صیانت وحفاظت ایک اہم مسئلہ ہے۔

(۲) انحطاط اور تنزل کے اس ہوش ربا دور میں مسلک اعلیٰ حضرت کے استقلال واستحکام کے لیے جدو جہد کرنا وقت کا عظیم جہاد ہے۔

(۳) مسلک ہی تو ہمارا سرمایہ ہے، خدانخواستہ ہم اس کو بھی کھو بیٹھے تو پھر ہمارا وجود ہی کہاں رہ جائے گا؟۔

(۴) مسلک کو ہم نے کسی مصلحت کے تحت اختیار نہیں کیا ہے، یہ ہمارے ضمیر کی اصل آواز ہے جس کو کوئی دبا نہیں سکتا۔

[پیغام رضا، اپریل تا جون ۲۰۰۹ء، بحوالہ آئینۂ صلح کلیت]

خانقاہ اسماعیلیہ مسولی شریف کے بزرگان دین نے بھی مسلک اعلیٰ حضرت کی حمایت اور تائید کی اور آج بھی خانقاہ مذکورہ کے صاحب سجادہ حضور گلزار ملت مدظلہ العالی پورے اخلاص کے ساتھ مسلک اعلیٰ حضرت کی نشرواشاعت میں مصروف ہیں۔

ہمارے اسلاف نے جن مدارس اسلامیہ کا دستور اساسی تیار کیا اس میں مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کو بنیادی دفعہ قرار دیا، اپنے علاقے کی دو عظیم اور قدیم دینی درس گاہوں کے دستور اساسی سے وہ دفعہ ذیل میں نقل کر رہا ہوں:

الجامعۃ الاشرفیہ کے بانی ومؤسس جلالۃ العلم استاذ العلما حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے جو دستور اساسی تیار کیا اس کی دفعہ ۲ رمیں ہے:

''۲۔ مسلک امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی علیہ الرحمہ کی ترویج وتبلیغ کرنا نیز بدمذہبوں، گمراہوں سے مسلمانوں کو بچانا''۔

ہمارے گھوسی کا قدیم دینی ادارہ شمس العلوم ہے جس کا سنگ بنیاد حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے رکھا اور جس کے بانی ومؤسس حضور شیخ العلما کے بھائی جلیل القدر عالم ربانی شمس العلما حضرت علامہ مولانا غلام یزدانی علیہ الرحمہ ہیں جو منظر اسلام بریلی میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز تھے، انھوں نے شمس العلوم کا جو دستور اساسی تیار کیا اس کی دفعہ ۵۳، ۵۴، میں ہے:

''۵۳۔ دار العلوم کے ہر رکن وعہدیدار اور جملہ مدرسین و طلبہ کا صحیح العقیدہ ہونا ضروری ہے، ورنہ دار العلوم سے کسی قسم کا تعلق رکھنے کا اہل نہیں ہوگا''۔

''۵۴۔ پورے دستور میں جہاں بھی لفظ سنی مذکور ہے، اس سے مراد وہ سنی ہے جو تقریباً چودہ سو برس قدیم دین قدیم پر اعتماد کامل رکھتا ہو، یعنی قرآن عظیم اور احادیث صحیحہ نیز اقوال ائمہ اہل سنت و اولیائے امت کے ارشادات سے جو بات واضح طور پر ثابت، جس کی تفصیل مؤرخین نے بالخصوص اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیفات میں بیان کی ہے ان سب کا قائل ومعتقد ہو''۔

یہ ہیں ہمارے وہ اسلاف اور اساطین امت جو علوم وفنون کے کوہ گراں تھے، جن کے دلوں میں ہم سے زیادہ خوف الٰہی تھا، جو ہم سے زیادہ مخلص اور ہم سے زیادہ دانشمند تھے، جنھیں ایمان وعقیدہ کی حفاظت وصیانت کی ہم سے زیادہ فکر تھی، جو میدان دعوت وتبلیغ کے شہسوار تھے، انھوں نے حق و باطل کے درمیان امتیاز کے

نقد و نظر

لیے مذہب اہل سنت وجماعت کا دوسرا نام ''مسلک اعلیٰ حضرت'' منتخب فرمایا، تاکہ لوگ بدمذہبوں کی فریب کاری و دسیسہ کاری سے محفوظ رہیں اور جب کوئی بدمذہب، اہل سنت وجماعت کا لیبل لگا کر سامنے آئے تو سمجھ جائیں کہ حقیقت میں یہ اہل سنت وجماعت نہیں ہے دراصل اہل سنت وجماعت وہ ہے جو مسلک اعلیٰ حضرت کا ماننے والا ہے۔

مسلک اعلیٰ حضرت پانچواں مذہب ومسلک نہیں

کچھ لوگ نادانی کی وجہ سے مسلک اعلیٰ حضرت کو پانچواں مسلک ومذہب سمجھتے ہیں جو صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی یہ چاروں مذاہب سواد اعظم اہل سنت وجماعت کے فروعی مذاہب ہیں، فقہی، فروعی اور اجتہادی مسائل میں اختلاف کی وجہ سے یہ مذاہب پیدا ہوئے جن کا تعلق فقہی اور اجتہادی مسائل سے ہے اور مسلک اعلیٰ حضرت کا تعلق فقہی، فروعی اور اجتہادی مسائل سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق امور اعتقادیہ سے ہے، اس لیے یہ پانچواں مسلک نہیں ہے بلکہ مسلک اعلیٰ حضرت، مذہب اہل سنت وجماعت کا دوسرا نام ہے، مسلک اعلیٰ حضرت سے وہی معتقدات ونظریات مراد ہیں جو مذہب اہل سنت وجماعت کے معتقدات ونظریات ہیں، صرف نام تبدیل ہوا ہے معنی ومفہوم میں کوئی تبدیلی نہیں، اسی لیے مسلک اعلیٰ حضرت کو اہل سنت وجماعت کا دوسرا نام ہی کہا جاتا ہے۔

چنانچہ دنیائے سنیت کی عظیم شخصیت، آبروئے سنیت، پاسبان مسلک اعلیٰ حضرت، حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی کا بھی یہی نظریہ ہے، جیسا کہ میری کتاب ''بہتر فرقے ہمیشہ جہنم میں'' کی تقریظ میں فرماتے ہیں: ''عوام اہل سنت اس پیش لفظ کو بار بار پڑھیں اور جو افراد صلح کلیت کی حمایت پر کمر بستہ ہیں اور اس کے لیے وہ جو وسائل اختیار کر رہے ہیں ان سے ہوشیار رہیں اور مسلک اہل سنت جس کا دوسرا نام اس دور میں مسلک اعلیٰ حضرت ہے پر قائم رہیں اور اپنی شناخت برقرار رکھیں''۔

گھوسی کی مشہور ومعروف شخصیت، اردو زبان وادب کے بہترین ادیب وشاعر اور قلمکار، بے لاگ مبصر ونقاد حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی بارگاہ سے فیض یافتہ اور حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے مرید محترم عالیجناب ڈاکٹر شکیل احمد صاحب اعظمی نے بڑی اچھی بات کہی۔ وہ فرماتے ہیں:؎

اہل سنت کے ہے مسلک کا حقیقی ترجمہ
مسلک احمد رضا کوئی نیا فرقہ نہیں

جس زمانے میں ذیشان مصباحی صاحب کا مضمون ''دعوت وتبلیغ کی راہیں مسدود کیوں'' کے عنوان سے ماہنامہ جام نور میں شائع ہوا تھا، اس پر جام نور کے مدیر نے بڑی تفصیلی اور تنقیدی گفتگو کی تھی، اسے پڑھ کر ڈاکٹر صاحب موصوف نے مدیر کے نام ایک مکتوب لکھا تھا، جس میں ایسا بے لاگ تبصرہ کیا جو ہر سنی منصف مزاج کے دل کی آواز ہے، جس سے بہت سی غلط فہمی اور تنگ نظری کا ازالہ ہوسکتا ہے، مگر جام نور میں وہ مکتوب شائع نہیں ہوا، اس لیے اس کی افادیت کے پیش نظر اس کو ذیل میں نقل کر رہا ہوں جس میں زبان کی چاشنی بھی ہے اور حقیقت بیانی بھی۔

مکتوب یہ ہے:

محب گرامی ــــــــــــــ سلام مسنون!

ماہنامہ جام نور دسمبر ۲۰۰۷ء کا اداریہ پڑھا، آپ نے ذیشان مصباحی کے مضمون ''دعوت وتبلیغ کی راہیں مسدود کیوں'' کے پس منظر میں بریلویت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے تعلق سے بڑی تفصیلی وتنقیدی تنقیحی گفتگو کی ہے۔ عہد حاضر میں دعوتی وتبلیغی توسیع کے پیش نظر مسلک اعلیٰ حضرت کے نعرے لگانے سے احتراز کو قرین حکمت ومصلحت قرار دیا ہے، نہ تو آپ نے مسلک اعلیٰ حضرت اور نہ ہی معتقدات اعلیٰ حضرت پر کوئی نقض وارد کیا ہے، بلکہ عصری تقاضوں کے تحت مصلحتوں اور حکمتوں پر مبنی انداز پند وموعظت اور حق وصداقت پر مشتمل افکار وعقائد کی ترویج و اشاعت کے موجودہ اسلوب میں تبدیلی کا مشورہ دیا ہے جسے قبول یا مسترد کرنا سواد اعظم کی صوابدید پر ہے۔

مجھے یہاں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ جماعت اہل سنت کو بریلوی یا بریلویت کا ٹائٹل دینا تو غیروں کا شاطرانہ، عیارانہ ومعاندانہ عمل ہے، لیکن مسلک اعلیٰ حضرت کا عنوان تو دوسرے

باطل فرقوں سے امتیاز کے لیے خود اساطین ملت اور مستند و مقتدر علمائے اہل سنت نے منتخب کیا ہے، جن اہم ترین اور دور رس مصالح و مقاصد کے تحت انھوں نے اس کو منتخب کیا ہے، ان مصالح و مقاصد کی نفی آج بھی نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی ان کے اس عمل کو محض وقتی جذباتیت سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت کے معاصر علمائے کرام کی خدمات بھی اہم قابل قدر اور مسلم ہیں، لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اعلیٰ حضرت نے اپنے دور میں جملہ فرقہائے باطلہ کا جس قدر رد وابطال فرمایا اس دور کے کسی عالم نے اس درجہ یہ کارنامہ نہیں انجام دیا ہے، تو پھر ان کے ان عظیم ترین کارناموں کی بدولت اگر ان کی طرف عقائد اہل سنت کی بدرجۂ غایت خدمت و نمائندگی کے باعث "مسلک اعلیٰ حضرت" کا انتساب کیا جائے تو کیا مضائقہ ہے؟

میرا اپنا خیال ہے کہ کسی بھی سنی خانقاہ کے ارباب بست و کشاد کو فروعی اختلافات کے باوجود اعلیٰ حضرت کے عظیم ترین علمی، تحقیقی وتجدیدی کارناموں سے انکار نہ ہوگا اور نہ ہی ان کے اساسی معتقدات ونظریات سے اختلاف تو پھر ان کو لفظ مسلک اعلیٰ حضرت سے انقباض اور اس کے استعمال سے تکدر و تنغص کیوں ہوگا؟

بریلی یا بریلویت کو اگرچہ مسلک اعلیٰ حضرت کا ہم معنی قرار دے دیا گیا ہے لیکن یہ بھی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ لفظ بریلوی اور بریلویت کو اغیار بطور لعن وطعن واستہزا استعمال کرتے ہیں۔ جیسے بدعتی، رضاخانی اور قبر بجوا (قبر پرست) وغیرہ، اس لیے افراد اہل سنت اس کو اپنے لیے پسند نہیں کرتے، برخلاف اس کے لفظ مسلک اعلیٰ حضرت کا استعمال اپنے لیے بطور فخر ومباہات وامتیاز وتشخص کرتے ہیں، یہی نہیں بلکہ جتنے اہم سنی ادارے ہیں ان کے دستور اساسی میں مسلک اعلیٰ حضرت کی قید خصوصیت کے ساتھ لگی ہوئی ہے اور اس پر آج تک نکیر یا ترمیم وتنسیخ کا مشورہ کسی نے بھی نہیں دیا۔

ان احوال و کوائف کے پیش نظر مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ نہ لگانے کا مشورہ خواہ کتنا ہی خیر خواہانہ ومخلصانہ کیوں نہ ہو آثار و قرائن بتا رہے ہیں کہ اس سے جماعت میں مزید انتشار ہوگا اور نعرہ لگانے والے اور نہ لگانے والے باہم متحارب ومتصادم ہوں گے اور ضد میں یہ عمل اور شدت اختیار کرے گا اور نعرہ نہ لگانے والوں کو یا ناپسند کرنے والوں کو شک کی نظروں سے دیکھا جائے گا۔

بہت سے معمولات اہل سنت ہیں جو بطور وجوب نہیں بلکہ بطور استحباب برتے جاتے ہیں اور دوسرے مسلک والے ان پر معترض بھی ہوتے ہیں اور مذاق بھی اڑاتے ہیں، لیکن ان کو ترک کرنے کا مشورہ نہیں دیا جاتا۔

اس لیے میری دردمندانہ گزارش ہے کہ مزید انتشار و اختلافات سے بچنے کے لیے حد درجہ محتاط روش اختیار کی جائے۔ جب ہم آپس ہی میں دست وگریباں ہوں گے تو دعوت وتبلیغ کی توسیع کا فریضہ کیسے انجام دے سکیں گے۔

یہ میرے اپنے ذاتی تاثرات واحساسات ہیں، دیکھنا ہے کہ ذمہ دار علمائے کرام اور مفتیان عظام کیا حکم صادر فرماتے ہیں، اور ارباب علم ودانش اپنا کیا رد عمل ظاہر کرتے ہیں۔

والسلام
مخلص شکیل اعظمی

نوٹ:۔ یہ مراسلہ من وعن شائع کیا جائے، حذف واضافہ و قطع وبرید سے کام نہ لیا جائے۔

ڈاکٹر صاحب موصوف نے جن خدشات کا اظہار کیا تھا وہ آپ کے سامنے ہیں۔

ایمان وعقیدہ اور مسلک کا انتساب ایمانداروں یا کسی دینی شخصیت کی طرف کرنا اچھی بات ہے، اس لیے کہ اس سے حق و باطل کے درمیان امتیاز ہو جاتا ہے اور یہ مزاج تو ہمیں قرآن مجید سے ملا ہے۔

چنانچہ منافقین کے بارے میں ارشاد ہے: "واذا قیل لھم آمنوا کما آمن الناس"۔

تفسیر کبیر میں "الناس" کے لام کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ عہد کا بھی ہوسکتا ہے اور جنس کا بھی، عہد کے لیے مانا

جائے تو مطلب یہ ہوگا "کما امن رسول اللہ و من معہ او عبداللہ بن سلام و اشیاعہ" (ایمان لاؤ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب ایمان لائے، یا ایمان لاؤ جیسا کہ عبداللہ بن سلام اور ان کے متبعین ایمان لائے)

یعنی صرف زبان سے امنا باللہ وبالیوم الآخر کہنا کافی نہیں بلکہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، آپ کے اصحاب، حضرت عبداللہ بن سلام اور آپ کے متبعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دل سے مانا ہے اسی طرح تم بھی مانو اور ایمان لاؤ۔

پہلے پارہ کے اخیر رکوع میں ہے: "فان امنوا بمثل ما امنتم بہ فقد اھتدوا"۔ (اگر تمہارے ایمان لانے کی طرح ایمان لائیں جب تو وہ ہدایت پا گئے)

اسی لیے کبھی مذہب و مسلک کی نسبت سواد اعظم، اہل سنت وجماعت کی طرف کی گئی تو کبھی حضرت علی اور حضرت اشعری کی طرف اور کبھی مجدد الف ثانی کی طرف اور آج کے دور میں اس کی نسبت اعلیٰ حضرت کی طرف کرتے ہوئے "مسلک اعلیٰ حضرت" کہا جاتا ہے، حق و باطل کے درمیان امتیاز کے لیے مسلک اعلیٰ حضرت سے زیادہ مناسب کوئی دوسرا لفظ نہیں، اگر ہوتا تو ہمارے اسلاف اسی کو استعمال کرتے۔ ■■■

ص ۲۰ کا بقیہ

کے جمیع تکالیف و مصائب سے محفوظ رکھے گا، سال آئندہ تک اس کے رزق میں وسعت رہے گی مخلوق کا محتاج نہ ہوگا قبر کی سختیوں سے محفوظ رہے گا جنت میں بلا حساب داخل ہوگا۔

ماہ صفر کا چاند نہ دیکھنے کی حقیقت

بعض علما نے فرمایا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے دنیا میں تشریف لائے تو وہ اپنی لغزش پر تین سو سال تک روتے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے طفیل ان کی لغزش معاف فرمائی لیکن جب ماہ صفر آتا حضرت آدم علیہ السلام مغموم ہو جاتے، رویا کرتے، اسی وجہ سے ان کی اولاد نے اس چاند کو نہیں دیکھا۔

بعض لوگوں نے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وفات پائی تو ان کی اولاد نے تضرع و زاری بہت کیا اور گویا یہ طریقہ ہو گیا لیکن صحیح یہ ہے کہ جب حضور آقائے نامدار ﷺ ابتدائے محرم میں درمیان عصر و مغرب کے مریض ہوئے تو اصحاب نے اس قدر گریہ و زاری کیا کہ زمین تر ہو گئی اس وقت صفر کا چاند ظاہر ہوا لیکن کسی نے اس طرف نظر نہیں اٹھائی۔ ■■■

ص ۷۲ کا بقیہ

وجہ ہے کہ آج ملک کے پھیلے ہوئے غنڈوں میں "گئو رکھشک" بننے کا ٹرینڈ تیزی سے بڑھ رہا ہے، یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ "گئو رکھشا" قاتلوں، مجرموں اور غنڈوں کی ایک مضبوط پناہ گاہ بنتا جا رہا ہے، جہاں حکومت سے لے کر قانون تک، عام آدمی سے لے کر پولیس تک ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

مرکزی حکومت ایک طرف تو گئو ہتیا اور بیف پر پابندی کی وکالت کرتی ہے تو دوسری طرف اپنی زیر حکومت صوبوں میں گئو ہتیا اور بیف کو معیشت کے لئے فائدہ مند بتا رہی ہے، گوا کے ٹورسٹ منسٹر منوہر اجگاؤنکر نے کہا کہ مرکزی حکومت کی بیف پر پابندی گوا میں لاگو نہیں ہوگی۔ [بقیہ اگلے شمارے میں ملاحظہ فرمائیں۔]

از: مولانا سید اولاد رسول قدسی*

امام احمد رضا اور عربی زبان وادب

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کی عبقری شخصیت پوری دنیائے اسلام کے لئے قطعی محتاج تعارف نہیں، آج دنیا کے مختلف ممالک میں آپ کے علم وفن کے مختلف شعبوں پر بڑے بڑے اسکالرز تحقیق کررہے ہیں اور ریسرچ کے بعد پی. ایچ. ڈی. کی ڈگری حاصل کرنا اپنے لئے باعث صد افتخار سمجھتے ہیں، ربِّ قدیر نے آپ کے اندر ایسی ایسی محیر العقول صفات ودیعت فرمائی تھیں کہ جنہیں دیکھنے کے بعد الفضل ما شھدت بہ الاعداء کے تحت نرے دشمن کو بھی کہنا پڑتا ہے کہ بلاشبہ اعلیٰ حضرت کی ذاتِ ستورہ صفات آیت من آیت اللہ تعالیٰ ومعجزۃ من معجزات النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھی، جدید تحقیق کے مطابق آپ کو ۱۰۵/۳۰ علوم وفنون پر کامل دسترس حاصل تھی اور ان فنون میں آپ کی گراں قدر تصنیفات بھی ملتی ہیں، ایک تخمینے کے مطابق آپ کی تصنیفات کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے۔

ربِّ قدیر نے امام احمد رضا کو ذہانت وذکاوت، علم وفضل اور صلاحیت ولیاقت کا ایسا بے بہا جوہر عطا کیا تھا جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے آٹھ سال کی عمر میں "ہدایۃ النحو" کی شرح عربی زبان میں لکھی، جبکہ آٹھ سال کی عمر میں بچہ اس کی عبارت خوانی پر کما حقہ قادر ہو نہیں پاتا چہ جائیکہ اسے سمجھے اور اس کی شرح لکھ ڈالے، اس سے بڑھ کر حیرت کن بات یہ ہے کہ آپ خود فرماتے ہیں کہ جب میری عمر بمشکل ساڑھے تین سال کی رہی ہوگی میں ناگہاں ایک دن مسجد کے سامنے ایک عربی لباس میں ملبوس سفید ریش بزرگ کو دیکھا جنھوں نے مجھ سے فصیح وبلیغ عربی میں کلام فرمایا اور میں نے بھی ان سے اسی انداز سے فصیح وبلیغ عربی میں گفتگو کی، اس کے بعد میں نے موصوف کو پھر کبھی نہیں دیکھا۔

آپ کی ذہانت اور کتاب فہمی کا یہ عالم تھا کہ آپ کے والد گرامی خاتم المحققین حضرت مولانا نقی علی خاں علیہ الرحمہ نے "مسلم الثبوت" (جو اصولِ فقہ میں منتہی کتاب ہونے کے ساتھ ساتھ بڑی دقیق بھی ہے اور جس پر آپ نے دس سال کی عمر میں حاشیہ تحریر فرمایا) کے تدریسی ایام میں ایک بار ارشاد فرمایا کہ احمد رضا! میں تم کو نہیں پڑھاتا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ تم مجھے پڑھاتے ہو، واضح رہے کہ آپ نے بیشتر کتابیں اپنے والد گرامی ہی سے پڑھیں۔

عربی زبان وادب پر آپ کی دسترس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک روایت کے مطابق چھ سال کی عمر میں آپ نے عربی زبان میں مجمع عام میں ایک ایسا پُر مغز خطاب فرمایا کہ اس وقت موجود بڑے بڑے علماء عش عش کر اٹھے، اسی طرح مولانا عبد القادر بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ کے عرس سراپا قدس کے زریں موقع پر آپ نے سورۂ والضحیٰ پر متواتر چھ گھنٹے ایسی لاجواب تقریر فرمائی اور ایسے ایسے نکات وحکم بتائے کہ اسٹیج پر جلوہ فرما متبحر علما حیرت واستعجاب کی انوکھی تصویر بن گئے، اسی موقع پر آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میں نے اس سورۂ مبارکہ کی ابتدائی چند آیاتِ شریفہ کی تفسیر لکھنے کا آغاز کیا تو یہ تفسیر پھیلتے پھیلتے اسی (۸۰) جز تک پہنچ گئی، ایک روایت کے مطابق صرف آیت والضحیٰ کی تفسیر آپ نے چھ سو صفحات پر قلم بند فرمائی، اندازہ لگائیے کہ صرف والضحیٰ کی تفسیر کا یہ عالم ہے تو اگر آپ پورے قرآن مقدس کی تفسیر لکھتے تو پھر ایک دفتر تیار ہوجاتا۔

عربی زبان وادب پر آپ کو کس قدر عبور حاصل تھا، اس کی زندہ وتابندہ مثالیں دیکھنا ہو تو آپ کی تصانیف کے مطالعے سے

*مضمون نگار نیویارک امریکہ میں مقیم اہل سنت کے نامور شاعر اور بلند پایہ اہل قلم ہیں۔

پہلے ان کے اسماء پر اک نگاہ ڈال لی جائے، شاید ہی آپ کی کوئی ایسی کتاب ہو جس کا نام مسجع مقفّٰی اور تاریخی نہ ہو، یاد رہے کہ تاریخی نام کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر مادۂ تاریخ کے سارے حروف کے اعداد بحساب جمل صغیر یا جمل کبیر جمع کئے جائیں تو وہ تاریخ جو ہمیں مطلوب ہو بلا کسی کمی وبیشی سے نکل آئے اور سنِ تصنیف بآسانی معلوم ہو جائے، یہ فن اس قدر پیچیدہ ومشکل ہے کہ عام عربی داں کی تخصیص کیا اس زبان کے ماہرین وکاملین بھی اظہارِ عجز کر بیٹھیں پھر یہ کہ ایک دو یا چند کتابوں کے نام کدوکاوش کے بعد تاریخی بنائے جا سکتے ہیں مگر یہاں تو دو چند کتابیں نہیں بلکہ ہزار سے زائد کتابوں کی ایک لمبی قطار ہے اور ہر کتاب کا نام نہ صرف یہ کہ تاریخی ہے بلکہ انتہائی خوبصورت الفاظ کی لڑیوں میں پرویا ہوا ایک دبستان ہے۔

ذیل میں ہم آپ کی چند کتابوں کے اسماء مع سن وہجری لکھ رہے ہیں انہیں پڑھئے اور سیدی اعلیٰ حضرت کے کمالِ فن کو سلام کیجئے اور آپ کی خداداد صلاحیت کو ہدیۂ تبریک پیش کیجئے:

- سلطنة المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ (۱۲۹۷ھ-۱۸۸۰ء)
- منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین (۱۳۰۱ھ-۱۸۸۳ء)
- الہاد الکاف فی حکم الضعاف (۱۳۰۱ھ-۱۸۸۳ء)
- تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین (۱۳۰۵ھ-۱۸۸۸ء)
- سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح (۱۳۰۷ھ-۱۸۹۰ء)
- الامن والعلیٰ لناعتی المصطفیٰ بدافع البلا (۱۳۱۱ھ-۱۸۹۴ء)
- الجام الصاد عن سنن الضاد (۱۳۱۷ھ-۱۹۰۰ء)
- اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر ما کان وما یکون (۱۳۱۸ھ-۱۹۰۱ء)
- الدولة المکیة بالمادة الغیبیہ (۱۳۲۴ھ-۱۹۰۷ء)
- حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین (۱۳۲۴ھ-۱۹۰۷ء)
- تمہید الایمان بآیات القرآن (۱۳۲۶ھ-۱۹۰۸ء)
- کنز الایمان فی ترجمة القرآن (۱۳۳۰ھ-۱۹۱۲ء)
- الطلبة البدیعه فی قول صدر الشریعه (۱۳۳۵ھ-۱۹۱۷ء)
- الاستمداد علی اجیال الارتداد (۱۳۳۷ھ-۱۹۱۹ء)
- الزبدة الزکیه فی تحریم سجود التحیه (۱۳۳۷ھ-۱۹۱۹ء)
- المحجة المؤتمنه فی آیة الممتحنه (۱۳۳۹ھ-۱۹۲۰ء)

ہم نے خوفِ طوالت کی بنیاد پر آپ کی چند کتابوں کے اسماء پر اکتفا کیا ہے، اگر انہیں چند اسماء کتب کے محاسن پر گفتگو کی جائے تو ہزاروں صفحات پر مشتمل کئی ضخیم مجلدات تیار ہو جائیں، انشاء العزیز والقدیر زندگی نے وفا کی تو آپ کے مسجع ومقفّٰی اور تاریخی اسماء کتب کے ادبی ومعنوی حسن وجمال پر سیر حاصل باتیں کی جائیں گی، تاریخی اسمائے کتب کے علاوہ آپ نے مختلف موقعوں پر مختلف سانحات سے متاثر ہو کر مادۂ تاریخ کا بھی آیات قرآنیہ یا الفاظ آیاتِ قرآنیہ سے استخراج کیا، مثلاً اپنے جدّ امجد حضرت مولانا رضا علی خان علیہ الرحمہ کی تاریخ وصال ''اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ'' سے (۱۲۸۲ھ) والد مکرم حضرت مولانا نقی علی خان علیہ الرحمہ کی ''وادخلی فی جنتی وعبادی'' سے (۱۲۹۷ھ) مرشد گرامی قدر حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی علیہ الرحمہ کی ''رضی اللہ عنه والمحبوب'' سے (۱۲۹۶ھ) حضرت سید حمزہ مارہروی علیہ الرحمہ کی ''وادخلی فی جنتی'' سے (۱۱۹۸ھ) حضرت صدر الافاضل کے والد ماجد حضرت مولانا معین الدین نزہت مرادآبادی علیہما الرحمہ کی ''رزق ربک خیر'' سے (۱۳۲۹ھ)۔

سیدی اعلیٰ حضرت نے اپنی تاریخ ولادت بھی سورۂ مجادلہ کی آیت مقدسہ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِہِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ط (۱۲۷۲ھ) سے مستخرج فرمائی، یعنی یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا ہے اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی۔

مذکورہ آیتِ مقدسہ کے ابتدائی حصے کی آیت کے محض ترجمے پر ہی غور کر لیا جائے تو سیدی اعلیٰ حضرت کی حیات طیبہ کے اہم مقاصد روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائیں گے، وہ آیت شریفہ ہے ''لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَھُمْ اَوْ اَبْنَآءَھُمْ اَوْ اِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ ط یعنی تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا

کنبے والے ہوں۔''

اگر یوں کہا جائے تو سو فیصد صحیح ہوگا کہ سیدی اعلیٰ حضرت کی قابلِ تقلید پوری زندگی ان ہی آیات بینات کی تفسیر مبین تھی، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر آپ کی پاکیزہ زندگی کا بالاستیعاب مطالعہ کیا جائے اور آپ کے شب وروز اور صبح ومسا کے پرنور لمحات پر غور وخوض کیا جائے تو آپ کی دو انتہائی اہم خوبیاں جلوہ بار ہوتی نظر آتی ہیں، وہ خوبیاں یہ ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت اور ان کی بارگاہوں کے گستاخوں سے عداوت، حدیث کے آئینے میں بلفظ دیگر یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی روشن حیات من احب للہ وابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان اور الحب فی اللہ والبغض فی اللہ سے ہمیشہ عبارت رہی، جس کی پرنور حیات ایسی ہو تو پھر اس کی تاریخ ولادت پر ''اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ'' جیسی آیت مقدسہ کیوں نہ غماز ہو، یہی وجہ ہے کہ خود سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز قسمیہ فرماتے ہیں کہ اگر میرے دل کے دو ٹکڑے کر دیئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا ''لا الہ الا اللہ'' اور دوسرے پر لکھا ہوگا ''محمد رسول اللہ'' جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

صرف اپنی ولادت باسعادت کا مادۂ تاریخ ہی نہیں بلکہ آپ نے حیاتِ ظاہری ہی میں وصال کے تقریباً ایک سال پہلے سورۂ دہر کی آیت شریفہ سے اپنے سن وصال کی وضاحت فرمادی تھی، وصایا شریف میں مندرج ہے کہ ۱۳۳۹ھ میں جب ماہِ رمضان المبارک گرمی کے موسم میں جلوہ بار ہوا تو اس وقت مسلسل علالت کی بنیاد پر آپ پر بے حد نقاہت کا غلبہ تھا اور روزہ رکھنے کی طاقت بھی مفقود تھی پھر یہ کہ گرمی بھی شدت کی تھی، اس کے باوجود بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ وقت کا مجدد ماہِ صیام کے روزے ترک کردے اگر ایسا ہوتا تو کوئی قباحت نہ تھی کیوں کہ شرعی عذر مانع تھا مگر آپ کے ذوق عبادت نے یہ گوارا نہ کیا اور آپ نے اپنی ذات کے لئے یہ فتویٰ صادر فرمایا کہ چونکہ پہاڑ پر عموماً خنکی رہتی ہے اور میرے اندر اتنی قوت ہے کہ میں وہاں جا کر روزہ رکھ سکتا ہوں تو پھر روزہ رکھنا مجھ پر فرض ہے، نتیجتاً آپ نے روزہ رکھنے کی نیت سے کوہ بھوالی ضلع نینی تال کے لئے رخت سفر باندھا اور وہاں ۲؍رمضان ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۰؍مئی ۱۹۲۱ء کو سورۂ دہر کی آیت ''وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ'' تحریر فرما کر اپنے سن وصال کی نشاندہی فرمادی، پھر ہوا بھی یوں کہ آپ کا وصال پر ملال ۲۵؍صفر المظفر ۱۳۴۰ھ کو ہوا جو مذکورہ آیت پاک کے حروف کے اعداد کو جوڑا جائے تو نتیجہ ۱۳۴۰ھ برآمد ہوتا ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز نے ۱۳؍سال دس ماہ کی قلیل عمر میں تمام علوم نقلیہ وعقلیہ کی تکمیل فرمائی اور دستارِ فضیلت سے نوازے گئے، دستارِ فضیلت کے دن ہی آپ کے والد گرامی حضرت مولانا نقی علی خان علیہ الرحمہ نے اپنے لائق وفائق فرزند ارجمند کو مسند افتا کی زینت بنادیا، چودہ سال کی عمر میں آپ نے رضاعت سے متعلق استفتاء کا انتہائی شافی جواب قلم بند فرما کر دنیا کے سامنے اپنا پہلا فتویٰ دلائل وبراہین سے مزین پیش فرمایا، چودہ سال کی عمر سے آپ کی فتویٰ نویسی کا سلسلہ ایسا چل پڑا کہ بفضلہ تعالیٰ چند سالوں میں آپ نے ''العطایا النبوية فی فتاوی الرضوية'' کی شکل میں بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل علوم وفنون کا بے بہا خزانہ قوم کو عطا فرمایا، آپ کے فتاوے کی عظمت شان کا یہ عالم ہے کہ آپ کے فتاوے کے چند اوراق پڑھ کر فقیہ مکۃ المکرمہ حضرت مولانا سید اسماعیل علیہ الرحمہ نے یوں قابلِ صد تحسین تاثر پیش کیا ''واللہ اقول والحق اقول انه لو رأها ابو حنيفة النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنه لاقرت عينه ويجعل مؤلفها من جملة الاصحاب۔ یعنی بخدا میں کہتا ہوں اور حق کہتا ہوں کہ اگر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ کو ملاحظہ فرماتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں اور انہیں اپنے تلامذہ (امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر، امام عبد اللہ ابن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے طبقے میں شامل کر لیتے۔''

آپ نے ایک اور مقام پر یہ بھی ارشاد فرمایا ''بل اقول لو قيل فی حقه انه مجدد هٰذا القرن لكان حقاً وصدقاً ليس علی

اللہ لمستنکر ان یجمع العالم فی واحدٍ۔ یعنی بلکہ میں کہتا ہوں کہ انہیں اس صدی کا مجدد کہا جائے تو یہ بات مبنی برحق وصداقت ہوگی، اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے قطعی طور پر متعذر نہیں کہ وہ ایک فردِ واحد کے اندر کل جہاں کو آباد فرمادے۔

آپ کے فتاوے کی ہمہ گیری وجامعیت پر اس سے بڑھ کر دلیل کیا ہوگی کہ وہ پانی جس سے وضو کا جواز ثابت ہے اس کی آپ نے ایک سوساٹھ اور وہ پانی جس سے وضو کا عدم جواز ثابت ہے، اس کی ایک سو چھیالیس قسمیں بالتفصیل بیان فرمائیں، اسی طرح جن چیزوں سے تیمم جائز ہے ان کی ایک سو اکیاسی قسمیں واضح فرمائیں، ان ایک سو اکیاسی قسموں میں چوہتر قسمیں وہ ہیں جو جملہ فقہائے کرام کی مساعیٔ جلیلہ کا روشن نتیجہ ہیں، رہیں دیگر ایک سوسات قسمیں! یہ آپ کی بے مثال علمی بصیرت کی جلوہ سامانیاں ہیں، وہ چیزیں جن سے تیمم کرنا جائز نہیں ان کی تعداد فقہائے کرام نے اٹھاون بتائی مگر آپ نے ان میں بہتر قسموں کا اضافہ فرما کر فقہی دنیا کو حیران وششدر کردیا، آپ کے فقہی کمالات پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالنے کے بعد پورے وثوق سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ بلاشبہ فتاویٰ رضویہ محض فتاوے کے مجموعے کا نام نہیں بلکہ یہ فقہ حنفی کا انسائیکلو پیڈیا ہے۔

آپ کے فتاوے کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اپنے تو اپنے اغیار بھی ان سے استفادہ کرنے پر مجبور ہیں، جب کسی مفتی کو کسی مسئلے کا حل مشہور زمانہ کتب فقہ شامی، عالم گیری، فتح القدیر وغیرہ میں نہیں مل پاتا تو وہ فتاویٰ رضویہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اسے تھوڑی سی جستجو کے بعد مفتی بہ اور شافی جواب حاصل ہوجاتا ہے، فتاویٰ رضویہ کی اہمیت وافادیت سے متعلق جناب مجیب مصری صاحب اپنے مشہور مقالہ ”مولانا احمد رضا خاں واللغة العربية“ میں رقم طراز ہیں ”وبالنظر فی هٰذا النثر الفني تبين لنا انه يتسم بالسلاسة۔ یعنی امام احمد رضا کے شہرۂ آفاق ”فتاویٰ رضویہ“ کے فنی نثر کا بالغائر مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات واشگاف ہوجاتی ہے کہ یقیناً سلاست وروانی آپ کے طرزِ نگارش کا مابہ الامتیاز وصف ہے۔

کثیر التصانیف پروفیسر ڈاکٹر حسین جنہیں مختلف ممالک نے تمغۂ امتیاز سے نوازا ہے، سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے فقید النظیر علم وفن سے متاثر ہوکر آپ کی عظمت شان پر ایک نہیں بلکہ دو قصیدے بزبان عربی کہے، ان قصیدوں کو پڑھنے کے بعد سیدی اعلیٰ حضرت کے تبحر علمی اور تفحص فنی کا اعتراف اپنے تو اپنے ہیں غیروں کے لئے بھی ناگزیر ہوجاتا ہے، موصوف کا ایک جملہ جو انتہائی جامع اور مبنی بر حقیقت ہونے کے پہلو بہ پہلو آپ کی عربی زبان وادب پر مہارت تامہ کا خطبہ پڑھتا ہوا نظر آتا ہے، کہتے ہیں ”علامہ اقبال کو میں نے ترجموں سے جانا مگر امام احمد رضا کو براہِ راست عربی سے جانا گویا یہ کوئی عربی نژاد ہندی ہیں۔“

علاوہ ازیں موصوف نے سیدی اعلیٰ حضرت کے کمالِ علم و فن بالخصوص عربی زبان وادب پر دسترس سے متعلق کئی مقالے تحریر فرمائے جو مصر کے مختلف اخباروں میں شامل اشاعت ہوئے، مزید برآں انہوں نے ان مقالوں کو یکجا کرکے کتابی شکل میں بھی پیش کیا، اپنے ایک قابل قدر مقالے بنام ”وجه الحاجة الى دراسة مولانا احمد رضا خاں“ میں ریسرچ اسکالرز کو یوں پیغام دیتے ہیں ”وللباحثين والدراسين ان يدرسوا تراثهٗ من روايٰه المختلفة وبذالك تكون دراستهم للتراث الاسلامي لها الشمول والعموم۔ یعنی جو حضرات تحقیقی مزاج رکھتے ہیں اور جو میدان تخصص میں کارِ نمایاں انجام دینے کے متمنی ہیں ان کے لے امام احمد رضا کے ذہنی وعلمی افکار وخدمات کا گونا گوں طریقوں اور پیرایوں سے مطالعہ اسلامی تراث کی آفاقیت کے لئے ناگزیر ہے۔“

جامعہ ازہر کے شعبۂ عربی ادب کے استاد پروفیسر ڈاکٹر رزق مرسی ابو العباس صاحب اپنے تحقیقی مقالہ بنام ”احمد رضا خان مصباح هندي بلسان عربي“ کے اندر بصمیم قلب سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کے فکر وفن اور زبان وبیان کا یوں اعتراف کرتے ہیں ”ان ربّنا تبارك وتعالىٰ افاض عليه خضم هائل من الفكر ومع ذالك لم يحرم العاطفة فرزقه عيناً في قلبه فياضة بالشعر ولساناً يتغني بأجلي الكلمات العربية۔ یعنی ربِّ قدیر نے امام احمد رضا خاں کو علوم وافکار کا بحرِ ناپید وکنار

بنایا تھا، اس پر مستزاد یہ کہ رب نے انہیں جوش وولولہ سے بھی محروم نہ رکھا، ان کے دل کے نہاں خانے میں ایک ایسا چشمہ جاری فرمایا جو بشکل اشعار ابلتا رہتا اور ایسی زبان عطا کی تھی کہ جس سے حلاوت انگیز عربی الفاظ وکلمات کی نغمگی کی صدائیں آتی رہتی تھیں۔''

اسی مقالے میں موصوف حقائق کی عقدہ کشائی کرتے ہوئے کہتے ہیں''فشاعرنا رجل حاذق تعددت اغراضه الشعريه و اسمع لی ایها القاری العزیز ان اقول لك انه احمد رضا خاں شاعر محیر العقول مکتمل والعاطفة جیاشة والاحساس عین فوارة ولسانه طبع الفاظه تاتیه مستملحه غیر مستکرهة فی اغلب الاحیان متمسك غاية التمسك بتراث اجدادنا العرب۔ یعنی ہمارا شاعر انتہائی قابل ہے، اس کے شعری مقاصد متعدد جہتوں کو محیط ہیں، اے پیارے قاری بغور میری بات سن کہ امام احمد رضا کی مقدس ہستی محیر العقول شاعر، جامعیت سے متصف، پرجوش جذبات سے مملو، چشمۂ رواں کی طرح احساس اور فصاحت وبلاغت کی پیکر زبان کی متحمل ہے، ان کے مستعمل الفاظ غرابت سے عاری اور بے حد شستگی وکشش سے آراستہ ہوتے ہیں، بسا اوقات ہمارے عرب آباء واجداد کی تراث نظر آتے ہیں۔''

ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس اپنے دوسرے مقالے''وقفه فی ظلال لبساتین الغفران'' میں جہاں سیدی اعلیٰ حضرت کے بے مثال کمالات اور کارہائے نمایاں کے معترف ہوکر صفحات کے صفحات آپ کی پذیرائی میں تحریر کئے ہیں وہیں عربی زبان و ادب پر آپ کو جو ید طولیٰ حاصل تھا، اس پر اظہارِ حیرت کرتے ہوئے یہ کہنے پر مجبور ہوگئے''واظن لو ان الشاعر اماهی وسالته عن سبب هذا الفیض المدرار بلغتنا العربية لقال انها لغة قرأننا ولسان حبیبنا صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و فصحیٰ اهل الجنة۔ یعنی میرے دل میں یہ خیال گذرتا ہے کہ اگر اس شاعر سے مجھے شرفِ لقا حاصل ہوتا تو میں اس سے عربی زبان وادب کے لامحدود فیوض وبرکات کے اسرار سے متعلق پوچھتا تو وہ یہی جواب دیتا کہ یہ ہمارے قرآن، ہمارے حبیب ﷺ اور اہل جنت کی زبان ہے۔''

بعض معاندین یہ کہہ ڈالتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کو علم حدیث میں کوئی کمال حاصل نہیں تھا لہٰذا ان کے لئے محدث بریلوی کا اطلاق بے معنی وبے جا ہے، ایسے کج فہموں کو اتنا بھی نہیں معلوم کہ کوئی اس وقت تک فقیہ نہیں بن سکتا جب تک کہ اسے فن حدیث میں مہارت نہ ہو، سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ ایک بے بدل فقیہ تھے تو ماننا پڑے گا کہ آپ بے مثال محدث بھی تھے، ہمارے اس دعوے کے پشت پناہ تقریباً سترہ مختلف کتب احادیث پر آپ کی گراں قدر معلومات افزا حواشی ہیں، ان کتب احادیث میں صحاح ستہ کے علاوہ شرح جامع صغیر، سنن دارمی، شرح معانی الآثار، عمدۃ القاری شرح بخاری، فتح الباری شرح بخاری، ارشاد الساری شرح بخاری، کنز العمال، مرقاۃ شرح مشکوۃ، فیض القدیر شرح جامع صغیر، موضوعات الکبیر، التعقبات فی الموضوعات بھی شامل ہیں۔

علاوہ ازیں مدارج طبقات الحدیث، الافادات الرضویه، الهاد الکاف فی حکم الضعاف، النهی الاکید عن الصلوٰة وراء عدی التقلید، حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلوتین، الفضل الموهبی فی معنیٰ اذا صح الحدیث فهو مذهبی، النجوم والثواقب فی تخریج احادیث الکواکب جیسے معرکۃ الآراء رسائل آپ کے کمال فن حدیث پر روشن دلیلیں ہیں، مزید برآں اسمائے رجال کی شہرۂ آفاق کتب تقریب التهذیب، تهذیب التهذیب، میزان الاعتدال، تذکرة الحفاظ پر آنکھوں کو خیرہ کرنے والے حواشی بھی آپ کی لیاقت روایت ودرایت کے ناقابل انکار ثبوت ہیں۔

ذیل میں سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کو علم حدیث پر کس قدر تبحر حاصل تھا، اس سلسلے میں حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کا مشاہداتی وتجرباتی قابل قدر تاثر ملاحظہ کیجئے''علم الحدیث کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جتنی حدیثیں فقہ حنفی کی ماخذ ہیں ہر وقت پیش نظر اور جن حدیثوں سے فقہ حنفی پر بظاہر زد پڑتی ہے اس کی روایت ودرایت کی خامیاں ہر وقت ازبر علم الحدیث میں سب سے نازک شعبہ علم اسماء الرجال کا ہے، اعلیٰ حضرت کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ہر

راوی کی جرح وتعدیل کے جو الفاظ فرمادیتے اُٹھا کر دیکھا جاتا تو تقریب وتہذیب اور تذہیب میں وہی الفاظ مل جاتے تھے، اس کو کہتے ہیں علم راسخ اور علم سے شغف کامل اور مطالعہ کی وسعت۔''

علم حدیث کے علاوہ علم تفسیر پر بھی آپ کو کماحقہ درک حاصل رہا اس کے استدلال وامتثال میں تفاسیر کی بڑی معتبر و مستند کتابوں پر آپ کے حواشی پیش کئے جاسکتے ہیں، ان کتابوں کے اسماء ہیں: تفسیر بیضاوی، عنایت القاضی، معالم التنزیل، اتقان فی علوم القرآن، الدر المنثور، تفسیر خازن وغیرہ۔

واضح رہے کہ سطورِ بالا میں احادیث وتفاسیر کی جن کتابوں پر آپ کے حواشی کا ذکر ہوا، وہ سب کی سب اُردو زبان میں نہیں بلکہ انتہائی فصیح وبلیغ عربی زبان میں ہیں، اگر آپ کی عربی تصنیفات میں کتب وحواشی شمار کی جائیں تو ان کی تعداد ایک سو پچاس سے بھی زائد بنتی ہے، عربی زبان وادب پر آپ کا لائق صد مدحت کمال صرف حدیث وتفسیر کی کتابوں کے محور پر محو گردش نہیں کرتا بلکہ دیگر علوم وفنون (خواہ عقلیہ ہوں یا نقلیہ) پر بھی آپ کی تحریر کردہ انتہائی معیاری اور معلومات افزا کتب وحواشی آپ کی عربی دانی کے منہ بولتے شواہد ہیں، ذیل میں مع فنون کتب ورسائل کی ایک عمومی فہرست ملاحظہ کریں:

عقائد وکلام: السعی المشکور، حاشیة شرح فقه اکبر، حاشیة خیالی علی شرح العقائد، حاشیة عقائد عضدیة، حاشیة شرح مواقف حاشیة شرح مقاصد حاشیة مسامرہ ومسایرہ حاشیة التفرقه بین الاسلام والزندقة حاشیة الیواقیت والجواهر، حاشیة مفتاح السعادة، حاشیة تحفة الاخلاق، حاشیه الصواعق المحرقة۔

فقہ وتجوید: جدالممتار (سات جلدیں) شمائم العنبر فی ادب النداء امام المنبر کفل الفقیه الفاهم علی قرطاس الدراهم، نور عینی فی الانتصار الامام العینی تبویب الاشباه والنظائر، حاشیة فواتح الرحموت، حاشیة حموی شرح الاشباه والنظائر حاشیة الاسعاف فی احکام الاوقاف حاشیة اتحاف الابصار، حاشیة کشف الغمة حاشیةشفاء السفاء۔

تصوف، اذکار، اوفاق، تعبیر: ازهار الانوار من صبا صلاة الاسرار، حاشیه حدیقة ندیه، حاشیه مدخل جلد اوّل، دوم، سوم، حاشیه کتاب الابریز، حاشیه کتاب الزواجر، الفوز بالآمال فی الاوفاق والاعمال، حاشیه تعطیر الانام

تاریخ، سیر، مناقب: حاشیه حاشیه همزیه، حاشیه زرقانی شرح مواهب، حاشیه بهجة الاسرار، حاشیه لفوائد البهیه، حاشیه کشف الظنون، حاشیه عصر الشارد، حاشیه خلاصة الوفاء، حاشیه مقدمه ابن خلدون۔

ادب، نحو، لغت، عروض: تبلیغ للکلام الی درجة الکمال فی تحقیق اصالة المصدر والافعال، حاشیه صراح، حاشیه تاج العروس، حاشیه برجندی، حاشیه زلالات البرجندی، حاشیه زیج ایلخانی۔

علم جفر وتکسیر: اطائب الاکسیر، رسالة فی علم الجفر، حاشیه الدر المکنون، الثواقب الرضویه علی الکواکب الدریه، الداول الرضویه للاعمال الجفریه، الوسائل الرضویه للمسائل الجفریه، اسهل الکتب فی جمیع المنازل۔

جبر ومقابلہ: حاشیه القواعد الجلیله

ارثماطیقی: الموهبات فی المربعات

توقیت، نجوم، حساب: حاشیه زبدة المنتخب، حاشیه جامع الافکار، حاشیه حدائق النجوم۔

ہیئت، ہندسہ، ریاضی: الکسر العشری، رساله العاد قمر، حاشیه تصریح، حاشیه شرح چغمینی حاشیه علم الهیه، حاشیه کتاب الصور۔ منطق: حاشیه ملا جلال میر زاهد، حاشیه شمس بازغه۔

سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کی جملہ کتب ورسائل کے خطبے فصاحت وبلاغت سے مرصع اور ادبی محاسن کے مرقع ہوتے ہی ہیں لیکن فتاویٰ رضویہ کا خطبہ اپنی نوعیت کا ایسا منفرد خطبہ ہے کہ جس کی تمثیل محال نہیں تو ناممکن ضرور ہے، یہ ایک ایسا فقید المثال

خطبہ ہے، جس میں دل آویز استعارات، تابناک تلمیحات، خوب صورت تشبیہات اور پرکشش اشارات کی جلوہ آرائیاں ہیں، فصاحت وبلاغت کی عطر بیزیوں سے گلشن ادب مہک مہک رہا ہے، اس بے مثال خطبے کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے حمد الٰہی، درود وسلام، سرور کائنات ﷺ، صحابہ کرام، ائمہ کرام، اہل بیت اطہار کی مدح وثنا کے لئے حضرت امام اعظم، حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک، حضرت احمد بن حنبل، حضرت امام محمد، حضرت امام ابو یوسف اور چوراسی معتبر ومستند کتب فقہ کے اسماء اس قدر حسین پیرائے میں استعمال فرمائے ہیں کہ خود عربی زبان وادب اپنی زبانِ حال سے داد وتحسین کی فلک شگاف صدائیں بلند کررہا ہے، بلفظ دیگر یوں کہئے کہ ان اسماء کی حسین ترتیب حمد الٰہی کی کلیوں کی مسکراہٹ، نعتِ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گلہائے رنگارنگ کی نکہت، درود وسلام کی رفعت ومنزلت، صحابہ کرام کی شان وعظمت، خلفاء اربعہ کی عزت وسطوت اور اہل بیت اطہار کی محبت وعقیدت کی لطیف خوشبوؤں سے مشک بارزعفران زار نظر آتی ہے، ساتھ ساتھ گلستانِ خطبہ کے پتے پتے محسناتِ بدیعیہ سے بھی ہرے بھرے نظر آتے ہیں، واضح رہے کہ اس خطبے میں آپ نے براعت استہلال کا مکمل لحاظ رکھا ہے، اگر تجزیاتی مطالعے کی روشنی میں انکشاف حقیقت کیا جائے تو پھر یہ کہنا پڑے گا کہ ہماری نظروں سے آج تک ایسا نادر وجامع خطبہ گزرا اور نہ ایسے خطبے کے وجود کا امکان نظر آتا ہے، ذیل میں ہم اس عظیم الشان خطبے میں جن چوراسی کتب فقہ کا نادر الوقوع استعمال ہوا ہے ان کے اسماء پیش کرتے ہیں:

(۱) الفقه الاکبر (۲) الجامع الکبیر (۳) زیادات (۴) فیض (۵) المبسوط (۶) الدرر (۷) الغرر (۸) هدایة (۹) بدایة (۱۰) نهایة (۱۱) وقایة (۱۲) نقایة (۱۳) درایة (۱۴) عنایة (۱۵) کفایة (۱۶) الحسن (۱۷) الاصل (۱۸) المحیط (۱۹) بسیط (۲۰) وجیز (۲۱) وسیط (۲۲) البحر الذخار (۲۳) در مختار (۲۴) خزائن الاسرار (۲۵) تنویر الابصار (۲۶) رد المحتار (۲۷) منح الغفار (۲۸) زاد الفقیر (۲۹) ملتقی الابحر (۳۰) فتح القدیر (۳۱) مجمع النهر (۳۲) نزال القائق (۳۳) تبیین الحقائق (۳۴) بحر الرائق (۳۵) نهر الفائق (۳۶) المنیه (۳۷) الغنیه (۳۸) مراقی الفلاح (۳۹) امداد الفتاح (۴۰) ایضاح (۴۱) اصلاح (۴۲) نور الایضاح (۴۳) کشف (۴۴) المضمرات (۴۵) حل المشکلات (۴۶) الدر المنتقی (۴۷) ینا بیع (۴۸) المبتغی (۴۹) تنویر البصائر (۵۰) زواهر الجواهر (۵۱) البدائع (۵۲) النوادر (۵۳) الاشباه والنظائر (۵۴) مغنی (۵۵) نصاب (۵۶) الحاوی القدسی (۵۷) کافی (۵۸) وافی (۵۹) الشافی (۶۰) المصفیٰ (۶۱) المستصفیٰ (۶۲) لمجتبی (۶۳) المنتقی (۶۴) عدة (۶۵) النوازل (۶۶) انفع الوسائل (۶۷) اسعاف (۶۸) عیون المسائل (۶۹) عمدة (۷۰) خلاصه (۷۱) مصابیح (۷۲) مفاتیح (۷۳) الشیخین (۷۴) الصاحبین (۷۵) الطرفین (۷۶) نور العین (۷۷) مجمع البحرین (۷۸) الارکان الاربعه (۷۹) الانوار (۸۰) ذخیرة (۸۱) تحفة الفقهاء (۸۲) جامع الفصولین (۸۳) الحقائق (۸۴) المهذب۔

عربی زبان وادب پر اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کی مہارت کاملہ کا شاہکار نمونہ الدولة المکیة بمادة الغیبیة ہے، یہ کتاب سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کے ثبوت پر دلائل وبراہین سے مزین ہونے کے ساتھ ساتھ جہاں دیابنہ وہابیہ کے عقائد فاسدہ کا ردِّ بلیغ اور ان کے سرخیل کارواں خلیل احمد انبیٹھوی کے ناپاک مقاصد کی نقاب کشائی ونا کامی پر دال ہے وہیں شاہِ حجاز جناب شریف علی پاشا سمیت متبحر علماء عرب کا آپ کے جمالِ علم وفضل اور کمالِ عربی زبان وادب کا قابل قدر برملا اعتراف بھی ہے۔

اگر یہ کہا جائے تو قطعی غلط نہ ہوگا کہ مذکورہ کتاب آپ کی عظیم کرامت کا پیش خیمہ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم بخار کی شدت اور انتہائی نقاہت کے عالم میں کتابوں کی عدم موجودگی کے باوجود صرف ساڑھے آٹھ گھنٹوں کے قلیل وقت میں آپ نے ایسی مبرہن ومدلل کتاب تحریر فرمائی جو بے بدل ہونے کے پہلو بہ پہلو تمام وہابیہ ودیابنہ کے لئے کل بھی چیلنج تھی، آج بھی ہے اور تا قیامت تک رہے گی۔

یہی وہ عالی شان کتاب ہے جسے سننے کے بعد ستر سالہ حضرت شیخ الخطباء کبیر العلماء مولانا احمد ابوالخیر نے فرطِ جذبات میں سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کے لئے فرمایا تھا "انا اقبل ارجلکم انا اقبل نعالکم۔ یعنی میں آپ کے قدموں کو بوسہ دوں میں آپ کے جوتوں کو بوسہ دوں۔" ایسے موقع پر رئیس العلماء حضرت مولانا صالح کمال نے جناب شریف علی پاشا کے دربار میں اسے پیش کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اس کتاب میں وہ علم ظاہر کیا ہے جس کے انوار چمک اُٹھے ہیں۔"

اس کتاب کے دلائل قاہرہ اور براہین باہرہ سے متاثر ہو کر شاہِ حجاز نے فرمایا تھا "اللہ یعطی وھولاء یمنعون۔ یعنی اللہ تو اپنے محبوب کو علم غیب سے نوازتا ہے اور یہ وہابیہ انکار کرتے ہیں۔" جب الدولۃ المکیہ کی شہرت و پذیرائی مکۃ المکرمہ میں ہونے لگی اور اس پر ذی وقار علماء حرم نے تقریظات لکھنا شروع کیں تو خلیل احمد انبیٹھوی سمیت دیگر وہابیہ حسد کی آگ میں جل بھن کر خاکستر ہو گئے۔

آپ کے کمالِ عربی زبان و ادب کا ذکر چلے اور کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کے محاسن کا تذکرہ نہ ہو تو پھر موضوع تشنۂ تکمیل رہ جائے گا، جس طرح الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ جیسی معرکۃ الآراء اور نادر المثال کتاب آپ نے بغیر کسی کتاب کی مدد کے فقط ساڑھے آٹھ گھنٹوں کی قلیل مدت میں تحریر فرمائی، اسی طرح پورے قرآن مجید کا ترجمہ بھی آپ نے بغیر کسی کتاب کی مدد کے اپنے تلمیذ ارشد صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی کو لکھوایا، یعنی ترجمے کا انداز یہ تھا کہ حضرت صدر الشریعہ آیت کی تلاوت کرتے جاتے اور آپ فی البدیہہ اس کا ترجمہ بولتے جاتے، حضرت صدر الشریعہ فرماتے ہیں کہ جب میں اور علماء (جو اس محفل میں حاضر رہتے تھے) ترجمہ کے بعد کتب تفاسیر دیکھتے تو ہمیں بے حد حیرانی ہوتی تھی کہ آپ کا ترجمہ عین مستند و معتبر مشہور زمانہ تفاسیر کی کتابوں کے عین مطابق ہوتا۔

نہ صرف یہ کہ آپ کی عربی تحریر اپنی مثال آپ تھی بلکہ آپ عربی و زبان میں ایسے منفرد لب و لہجے سے کلام فرماتے تھے کہ کوئی عرب کا باشندہ بھی ذرہ برابر فرق نہیں کر پاتا تھا کہ یہ کوئی غیر عرب بول رہا ہے، آپ بلا جھجھک شہری عربی (جو حرمین شریفین میں بولی جاتی ہے) بدوی عربی، مصر و شام کے رہنے والوں کی عربی میں گفتگو فرماتے تھے، علاوہ ازیں فصیح کتابی عربی بولنے پر آپ مکمل قدرت رکھتے تھے۔

عربی نثر کے علاوہ عربی نظم میں بھی آپ کی قادر الکلامی قابلِ صد ستائش رہی، جیساکہ اس سے پہلے میں نے "بساتین الغفران" کا مختصر ذکر کیا ہے (جو آپ کے عربی کلام کا مجموعہ ہے اور دو سو پچاس صفحات پر مشتمل ہے) جسے پروفیسر سید حازم نے اپنے حسن ترتیب سے مصر میں اس کی اشاعت کی سعادت حاصل کی اور اسے پڑھنے کے بعد بڑے بڑے فضلائے عرب آپ کی عربی نظم گوئی کی فصاحت و بلاغت کے معترف ہونے کے ساتھ ساتھ نہ صرف یہ کہ اس فن پر آپ کی مہارت و قدرت کے بصمیم قلب قائل و معترف ہوئے بلکہ آپ کی بارگاہ میں بڑی فراخ دلی کے ساتھ خراجِ داد و تحسین بھی پیش کیا، سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کے مہتم بالشان قصیدۂ عربیہ کے مندرجہ ذیل اشعار:

الحمد للمتوحد بجلاله المتفرد

وصلوته دوما علی خیر الانام محمد

وال واصحابهم ماوای عند شدائد

پڑھنے کے بعد بالخصوص علماء مصر نے کس والہانہ انداز سے آپ کی بارگاہ میں ہدیۂ تبریک پیش کیا، آئیے اس سلسلے میں آپ کے محبوب خلیفہ قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین مہاجر مدنی علیہ الرحمہ کی زبانِ فیض ترجمان سے سماعت فرمائیے، فرماتے ہیں "میں نے مصر کے فاضل ترین علماء کرام کے اجتماع میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا قصیدہ عربیہ پڑھا تو انہوں نے بیک زبان کہا کہ یہ قصیدہ تو کسی فصیح اللسان عربی النسل عالم کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے، فقیر نے انہیں بتایا کہ اس قصیدے کے لکھنے والے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی ہیں جو عربی نہیں عجمی ہیں تو علمائے مصر حیرت میں ڈوب گئے کہ وہ عجمی ہو کر عربی میں اتنے ماہر ہیں؟ پروفیسر ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس نے سیدی اعلیٰ

حضرت قدس سرہٗ العزیز کی عربی شاعری کے تناظر میں تیس سے زیادہ ممالک کے طلبہ واساتذہ کی موجودگی میں جو مقالہ پڑھا تھا، اس کا ایک اقتباس اُردو ترجمے کی روشنی میں سماعت فرمائیں:

''مولانا احمد رضا خاں عربی نہیں تھے لیکن آپ حضرات جب ان کی عربی شاعری کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو خوشگوار حیرت ہوگی کہ وہ ایسے شاعر تھے کہ اگر ان کے بارے میں یہ معلوم نہ ہو کہ وہ ہندوستانی تھے تو آپ ان کو عربی شاعر گمان کریں گے، ہم ان کے عربی دیوان کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معیاری عربی شاعری پڑھنے کو ملتی ہے، ان کی شاعری کے متعدد موضوعات اور مقاصد ہیں، ان کے دل ودماغ نے ان کی شاعری میں مشترکہ کردار ادا کیا ہے اور جب ہم حاصل قصیدہ شعر کا سراغ لگاتے ہیں تو ہمیں ایک قصیدے میں ایک سے زیادہ ایسے اشعار ملتے ہیں اور بعض اوقات ایسا شعر ایک مختصر سے قطعہ میں بھی جلوہ فگن ہوتا ہے۔''

چونکہ میرا موضوع ''امام احمد رضا اور عربی زبان وادب'' ہے، اس لئے میں آپ کے اس کلام کے چند عربی مصرعوں کے ترجموں اور مختصر تبصروں پر اکتفا کرتا ہوں:

''لم یأت نظیرک فی نظر'' سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ گہربار میں عرض کرتے ہیں یارسول اللہ آپ کی نظیر کسی نظر میں نہیں آئی، یعنی کوئی نگاہ ایسی نہیں جو یہ دعویٰ کرے کہ میں نے آپ کی نظیر کا مشاہدہ کیا ہے کیوں کہ خالق کائنات نے آپ کو ساری مخلوقات میں لاشریک بنا کر اس خاکدانِ گیتی میں مبعوث فرمایا، خلق میں آپ کی مثلیت کل تھی نہ آج ہے اور نہ صبح قیامت تک ہوگی، علاوہ ازیں لفظ نظیر ونظر کے استعمال میں جو معنویت کی تابندگی ہے وہ اربابِ فن وبصیرت سے مخفی نہیں۔

''البحر علا والموج طغیٰ'' در مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں استغاثہ پیش کرنے سے پہلے آپ بیکسی وپریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کس قدر پر درد نقشہ کھینچ رہے ہیں، سماعت فرمائیں: یعنی سمندر او نچائی پر ہے، تلاطم خیزی جوش مار رہی ہے، طوفان ہوش اڑانے پر تلا ہوا ہے، ہوا کا مزاج بگڑا ہوا ہے اور ایسی ناگفتہ بہ حالات سے میں دو چار منجدھار میں پھنسا ہوں، آقا! میری کشتیٔ غم کو ساحل زار بنا دیجئے۔

''یا شمس نظرت الیٰ لیلی'' تیسرے مصرعے میں آپ فراقِ محبوب کی اضطرابی کیفیات کو کس انداز سے الفاظ کا جامہ پہنا رہے ہیں دیکھیں، فرماتے ہیں کہ اے آفتاب! تو نے میری شبِ ہجر کا مشاہدہ کیا کہ جب یہ تیری تیز روشنی میں بھی لباس شب میں ملبوس نظر آتی ہے تو پھر شب تاریک میں میری تڑپ کی ظلمتوں کا کیا عالم ہوگا، جب تجھے سرکارِ ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضری کا شرف حاصل ہو تو میری اس پر درد حالت کی منظر کشی کر دینا۔

آپ اس خوبصورت کلام کے عربی مصرعوں کو بغور پڑھتے جائیے اور سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کے کمالِ فن کے پہلو بہ پہلو عشق رسول کے گلہائے رنگا رنگ کی لطیف خوشبوؤں سے مشام جاں کو معطر کرتے جائیے، یہ مختصر مقالہ اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ہم مابقیہ مصرعوں کی تشریح کریں، انشاء اللہ العزیز کسی اور موقع پر تفصیل پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی، من جملہ یہ کہنا حق بجانب ہوگا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان ایک ایسے صاحب طرز ادیب وشاعر، مستحکم و پرثبات قلم کار، مایۂ ناز متبحر مفتی، محدث ومفسر، نادر المثال تقویٰ شعار وعابد شب زندہ دار، قابل تحسین وتقلید بحر عشق رسول کے شناور، تحقیق وتدقیق کے جبل شامخ، گستاخانِ خدا ورسول کے لئے سیف برق بار اور میدان حق وصداقت کے قوی تر سپہ سالار کا نام ہے جس کی عظمت وشہرت کا شاہین فرش سے عرش تک محو پرواز تھا، ہے اور انشاء اللہ تا قیام قیامت رہے گا۔

ہم آپ کے انتہائی محبوب خلیفہ حضرت مولانا عبد العلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ کے اس گراں قدر شعر پر مقالے کو تشنۂ تکمیل چھوڑتے ہیں۔ ؎

تمہاری شان میں جو کچھ کہیں اس سے سوا تم ہو
قسیم جامِ عرفاں اے شہِ احمد رضا تم ہو

■■■

ص ۴۰ رکا بقیہ...

رائچور میں ہندوستانی سائنس دانوں کی دو روزہ کانفرنس ہوئی، جس میں بعض سائنس دانوں نے اپنے ۱۳ رسالہ تجربے و مشاہدے کی بنا پر نیوٹن کے نظریہ کشش ثقل کو رد کر دیا اور دوسرے سائنس دانوں کو دعوتِ غور و فکر دی۔

اخلاق حسین قاسمی کا بیان ہے:

''پہلے زمانے کے لوگ یہ یقین رکھتے تھے کہ سورج زمین کے گرد چکر لگا رہا ہے، بعد میں یہ نظریہ قائم کیا گیا کہ سورج اپنی جگہ قائم ہے، پھر یہ نظریہ بھی مستقل ثابت نہ ہوا، اور اب موجودہ زمانے کے ماہرین فلکیات کہتے ہیں کہ سورج اپنے پورے نظام شمسی کو لیے ہوئے بیس کلومیٹر تقریباً ۱۲ رمیل فی سیکنڈ کی رفتار سے گردش کر رہا ہے۔''

اب چاہے کوئی کچھ کہے، اولیت کا سہرا امام احمد رضا ہی کے سر ہے، بلکہ اب جو بھی خیال آرائی ہوگی، وہ امام احمد رضا کے نظریہ سکونِ زمین کی منھ بولتی تائید ہی ہوگی، یہ سرزمین ہند کا سرنامۂ افتخار ہے کہ اُنیسویں صدی عیسوی میں اس نے ایک ایسے دیدہ ور ناقد و بصیر کو جنم دیا جو ایک طرف دینی علوم کا تاجدار تھا، تو دوسری طرف سائنسی علوم کا دانائے راز۔ ع

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہرباری کرے

■■■

ص ۱۰ رکا بقیہ...

اُن کا چرچا رہے گا قیامت تلک
یادگار طویل الاَمد ہیں رضا
ہے انھیں کا تخیل میری کائنات
فکر و فن میں فریدؔی کی حد ہیں رضا

مرکز رشد و ہدایت اے امام احمد رضا
فکر تیری ہے سلامت اے امام احمد رضا
اعلیٰ حضرت، فخرامت اے امام احمد رضا
بحر علم و کنز حکمت اے امام احمد رضا

از: محمد منور عتیق پیرزادہ، برمنگھم، یو. کے۔

رضویات

از: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری*

امام احمد رضا اور جدید سائنس

امام احمد رضا اپنے مضبوط علم وفکر، محفوظ علم وعشق اور مستحکم شعور وادراک کی بنیاد پر پورے عہد (۱۸۵۶ھ/۱۹۲۱ء) پر چھائے رہے، گونا گوں علوم وفنون کے آسمان سے ادب وآگہی کے شمس و قمر لٹاتے رہے اور یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم کے بل بوتے پر اپنی شخصی عظمت کا خراج اربابِ علم ودانش سے وصول کرتے رہے، وہ تن تنہا جتنے علوم وفنون پر مہارتِ تامہ رکھتے تھے اتنے علوم وفنون آج بھی دنیا کی کسی ایک یونی ورسٹی میں پڑھائے نہیں جاتے، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ کے عالی مقام علمائے کرام کو سند اجازت وخلافت عطا کرتے ہوئے بطور تحدیث نعمت اپنے علمی تنوع کی بھی وضاحت کی ہے، مثلاً:

۲۱ رعلوم کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ اپنے والد ماجد سے حاصل کیا، ۱۰ رعلوم کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ نقاد علماء سے اجازت حاصل ہے، ۲۸ رعلوم کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ صرف ربّ کے فیض سے حاصل کیا ہے۔

[الاجازات المتینہ]

یہ کل ۵۹ رعلوم وفنون ہوئے اور کمال یہ ہے کہ ہر فن میں کتابیں تصنیف فرمائیں اور کتابیں بھی ایسی کہ ان کی جس فن کی کتاب اُٹھائیے تحقیق وتنقیح کے جلوے دیکھ کر آپ کی طبیعت پکار اٹھے گی کہ اس فن پر یہ کتاب ''حرف آخر'' ہے، ڈاکٹر مجید اللہ قادری پروفیسر شعبۂ ریاضیات کراچی یونی ورسٹی کراچی کی تحقیق کے مطابق ان علوم وفنون میں سے ۳۰ رکا تعلق جدید سائنسی علوم سے ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلامی افکار ونظریات پر جدید علوم کے گولہ وبارود سے جب بھی آپ کے عہد میں حملہ ہوا تو آپ ہی نے جدید علوم ہی کی روشنی میں دندان شکن جواب دیا اور اسلام کے دامن پر آنچ نہیں آنے دی، مثلاً جب حرکتِ زمین کا نظریہ پیش کر کے قرآنی ارشاد کی فصیل پر گولے داغے جارہے تھے، تو آپ نے ''فوزِ مبین در ردِ حرکت زمین'' لکھ کر قرآن متصادم نظریہ کی بیخ کنی کر دی۔

جب جدید آلات واسباب کا سہارا لے کر علوم خمسہ میں علم مافی الارحام کو چیلنج کیا جارہا تھا تو آپ نے ''الصمصام'' لکھ کر انگریزی نظریات کی دھجی اڑا دی اور جب پروفیسر البرٹ ایف پورٹا نے اپنے زعم علم میں چور ہو کر ۱۷ر دسمبر ۱۹۱۹ء کی آنے والی تباہی کی پیش گوئی اخبارات میں چھپوا کر پورے ملک میں بے چینی پیدا کر دی تو پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کو اسی کی دلیل سے ایسا ذلیل کر دیا کہ سارا پندارِ علم چکنا چور ہو کر رہ گیا اور زمانہ نے دیکھا کہ وہی ہوا جو احمد رضا نے کہا تھا، ان کے چند اہم سائنسی موضوعات کی قدرے تفصیل نذرِ ناظرین ہے:

معاشیات

روزی روزگار کا مسئلہ آج کا بڑا پیچیدہ اور بحث آرا مسئلہ ہے، اس کی اہمیت ہی کے پیش نظر باضابطہ طور پر اس نظریہ کو کالج و یونی ورسٹی میں شامل نصاب کیا گیا ہے اور مستقل سبجیکٹ کی حیثیت سے اس کے افادی پہلوؤں پر صبح وشام لیکچر دیئے جارہے ہیں، نئے گوشے تلاش کیے جارہے ہیں، جس سے نئے نئے آفاق فتح ہورہے ہیں، اسی ایک نظریہ سے کائنات کی تسخیر کا عمل صبح و شام جاری ہے، لیکن بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ جدید معاشی نظریہ سب سے پہلے امام احمد رضا نے پیش کیا ہے، مسلمانوں کی اقتصادی زبوں حالی اور معاشی بدحالی کو دور کر کے باوقار، آبرو مندانہ، عظمت بداماں زندگی کے حصول کے لیے آپ نے معاشی نظریات پر مشتمل ''تدبیر فلاح ونجات واصلاح'' نام کی معرکۃ الآرا

* مقالہ نگار پٹنہ جامعہ رضویہ پٹنہ کے پرنسپل اور اہل سنت کے معروف ومعتبر اہل قلم ہیں۔

کتاب ۱۹۱۲ء میں تحریر فرمائی، جو سب سے پہلے کلکتہ سے شائع ہوئی، آپ نے اس کتاب میں چار نکات پیش کیے ہیں، جو چار ہزار نکات پر بھاری ہیں، ان چاروں نکات کا مختصراً خلاصہ یہ ہے:

(۱) ان اُمور کے علاوہ جن میں حکومت دخل انداز ہے مسلمان اپنے معاملات باہم فیصل کریں، تا کہ مقدمہ بازی میں جو کروڑوں روپئے خرچ ہو رہے ہیں پس انداز ہوسکیں۔

(۲) بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدر آباد کے تونگر مسلمان اپنے بھائیوں کے لیے بینک کھولیں۔

(۳) مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں۔

(۴) علم دین کی ترویج واشاعت کریں۔

پروفیسر رفیع اللہ صدیقی، کوئنز یونی ورسٹی کینیڈا نے امام احمد رضا کے اس چار نکاتی پروگرام کو بنیاد بنا کر بڑا وقیع و بسیط مقالہ ترتیب دیا ہے، آپ فرماتے ہیں:

”۱۹۱۲ء میں جب کہ یہ نکات شائع ہوئے برصغیر میں علم اقتصادیات کا مطالعہ عام نہیں تھا، ۱۹۳۶ء میں ایک انگریز ماہر اقتصادیات جے، ایم، کینز نے اپنا مشہور زمانہ ”نظریہ روزگار و آمدنی“ پیش کیا، کینز کو ان کی خدمات کے صلے میں تاج برطانیا نے ”لارڈ“ کے خطاب سے نوازا، جدید اقتصادی نظریات کی ابتدا ۱۹۳۰ء کے بعد سے ہوئی، یہ بات کس قدر حیرت انگیز ہے کہ نگاہِ مردِ مومن نے ان جدید اقتصادی تقاضوں کی جھلک ۱۹۱۲ء ہی میں دکھادی تھی۔“

۱۹۳۶ء میں جدید معاشی نظریہ پیش کرنے والے کو ”لارڈ“ جیسے عظیم خطاب سے اگر نوازا جاسکتا ہے تو پھر وہ شخصیت کتنے عظیم خطاب کی مستحق ہوگی جس نے اس نظریہ سے ۲۴؍ برس پہلے ۱۹۱۲ء ہی میں جدید معاشی نظریہ پیش کر دیا تھا، یہ زندہ قوم کی زندگی کی علامت ہے کہ کارنامہ گر شخصیت کو ملکی سطح پر متعارف کرایا جائے، خوب خوب ان کی حوصلہ افزائی کی جائے، کھلے دل سے ان کی صلاحیت وعظمت کا اعتراف کیا جائے، مگر بُرا ہو متعصّبانہ ذہنیت کا جس نے قوم مسلم کی سوچ وفکر کے سرچشمہ ہی کو منجمد کر رکھا ہے، دل میں احساس حقیقت کا جوہر موجود ہوتے ہوئے بھی زبان اظہارِ بیان سے قاصر نظر آتی ہے، جس کا خمیازہ ہے کہ ساری عالمی شخصیتوں کا آفاقی پیغام بھی ارتعاشی نظریوں کی نذر ہوجاتا ہے اور دنیا سمجھتی ہے کہ ہم میں کوئی عبقری نہیں ہے، وقت آگیا ہے کہ اپنی عظمت کا لوہا منوانے کے لیے فکری تنگناؤں کے حصار سے نکلیں اور امام احمد رضا جیسی جینئس شخصیت کو عالمی اسٹیج پر پیش کریں۔

تقویم وفلکیات

اسلامی عبادات میں مہینہ، تاریخ اور تعین اوقات کی بڑی اہمیت ہے۔ طلوع وغروب اور اوقاتِ صحیحہ کے علم کے بغیر کامل عبادت کا تصور نہیں کیا جاسکتا بلکہ بعض صورت میں تو عبادت سرے سے ہوگی ہی نہیں، اس لیے ضروری ہے کہ جس عبادت کا جو وقت ہے اس کی صحیح معرفت حاصل کی جائے، فن توقیت میں امام احمد رضا کے کمال کا عالم یہ تھا کہ سورج آج کب نکلے گا، اس کو بلا تکلف معلوم کر لیتے، ستاروں کی معرفت اور ان کی چال کی شناخت پر اس قدر عبور تھا کہ رات میں تارا دیکھ کر اور دن میں سورج دیکھ کر گھڑی ملا لیا کرتے، ایک صاحب نے دریافت کیا کہ رمضان شریف کی رات کے ساتویں حصے کے باقی رہنے پر کھانا، پینا چاہیے کہ نہیں؟ اس کے جواب میں آپ نے جو فتویٰ تحریر فرمایا ہے وہ علوم قدیمہ وجدیدہ کا گنج گرانمایہ تو ہے ہی، تلاش صدق وحق میں جو آپ کی کوششیں تھیں اس کی بھی غمازی و عکاسی کرتا ہے، جواب میں اپنے فلکیاتی مطالعوں، تجرباتی مشاہدوں کی بنیاد پر فرماتے ہیں:

”مذکورہ عام طریقہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے، کبھی رات کا ہنوز چھٹا حصہ باقی رہتا ہے کہ صبح ہوجاتی ہے اور کبھی ساتواں، آٹھواں، نواں اور یہاں تک کہ صرف دسواں حصہ رہتا ہے کہ اس وقت صبح ہوجاتی ہے، سائل چوں کہ شہر بریلی کے رہنے والے تھے، لہٰذا امام احمد رضا نے بریلی اور اس کے موافق العرض شہروں کے لیے رؤس اور بروج کا ایک ایسا نقشہ ہی مرتب کر دیا جو تا ابد ان مضافات کے لیے رات اور صبح کی صحیح نشان دہی کرتا رہے گا اور اس کا جھنجھٹ ہی نہ رہے گا کہ انتہائے وقت سحری کیا

ہوگی؟ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو فتاویٰ رضویہ، جلد چہارم۔

اوقاتِ صوم کے ساتھ اوقاتِ صلوٰۃ بھی امام احمد رضا کی اولیات سے ہے، آپ سے پہلے اوقاتِ صوم و صلوٰۃ کا کوئی چارٹ کہیں نہیں تھا، آپ نے اس ضرورت کو محسوس فرمایا اور اوقاتِ صلوٰۃ مرتب فرما کر قوم وملت کے حوالہ کر دیا، یہ مسجدوں میں آویزاں اوقاتِ صوم وصلوٰۃ امام احمد رضا کے فیوض و برکات کے نمایاں اثرات ہیں، ڈاکٹر سید عبداللہ طارق (علیگ) رقم طراز ہیں:

''برصغیر ہند و پاک کی ہر مسجد میں نقشہ نظام اوقات صلوٰۃ سے استفادہ کرنے والے بیشتر حضرات شاید اس سے بے خبر ہیں کہ یہ نظامِ اوقات امام احمد رضا خان کی دین ہے۔''

یہ امام احمد رضا کی مہارتِ علمی دقت کا روشن ثبوت ہے کہ جس فن کو ان کے قلم نے چھولیا چار چاند لگا دیا، جس موضوع کو انھوں نے چھیڑ دیا اس کے ملحقات ولوازمات کا حق ادا کر دیا، فن توقیت وتقویم پر ان کی فکری گہرریزی دیکھ کر تو یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ یہ کسی خالص مولانا صاحب کا قلم ہے یا بین الاقوامی ماہر افلاک ونجوم کا۔

ریاضیات

دنیا میں جتنے علوم وفنون ہیں ہر ایک سے احکام دینیہ کی تقویت وتائید کا کام لیا جاسکتا ہے لیکن فنی مہارت کے بغیر کسی بھی علم سے اس موضوع پر کام لینا عادتاً محال ہے، اس لیے علمائے دین کی ایک جماعت نے ہر دور میں کسی نہ کسی عقلی یا ریاضی فن میں مہارت کی طرف توجہ دی اور اس سے دینی مسائل کے لیے قوت فراہم کی، تجربات کی ہزاروں منزلوں سے گزرنے کے بعد فن ریاضی کو وہ مقام حاصل ہوا کہ کسی عقلی فن کو صحت کے نتیجے کے اعتبار سے یہ مقام نہ مل سکا، امام احمد رضا نے اپنے وفورِ علم، ژرف نگاہی، وسعت مطالعہ اور قوتِ فکر کے اعتبار سے اس فن سے استفادہ بھی کیا اور نوادرات عدیدہ جدیدہ سے اس کا دامن مالا مال بھی کیا، ڈاکٹر حسن رضا خاں ڈائریکٹر ادارۂ تحقیقات عربی و فارسی پٹنہ یونی ورسٹی تحریر فرماتے ہیں:

''علم ریاضی سے اعلیٰ حضرت نے علم فقہ کی جتنی خدمتیں کیں پوری تاریخ اسلام میں ایک مثالی کارنامہ ہے، مثلاً سمت قبلہ، طلوع وغروب، اوقاتِ صوم وصلوٰۃ کی تخریج، زکوٰۃ وفطرہ کے لیے اوزان و پیمانہ کا تعین، مسافتِ سفر کی تقدیر، وغیرہ بے شمار مسائل پر آپ کی نادر تحقیقات اور ایجادی قواعد وضوابط نے فقۂ اسلامی میں ایک مہتم بالشان باب کا اضافہ کیا ہے۔''

اس فن میں ان کی گہرائی وگیرائی اور حاضر العلمی کا عالم کیا تھا، وہ ریاضی کے فلک ہفتم پر بیٹھ کر کس طرح ضوفشانی کر رہے تھے، کیف وکم کے اعتبار سے اگر کوئی پارکھ جانچنا چاہے تو خود اس کے لیے کتنے وفورعلم کی ضرورت ہے، ڈاکٹر سید عبداللہ طارق (علیگ) رقم طراز ہیں:

''امام احمد رضا کی حسابی باریکیوں کو پوری طرح سمجھنے کے لیے کم از کم ایم، ایس، سی (ریاضی) کی استعداد کی ضرورت ہے۔''

اس حذاقت ومہارت کے باوصف اس فن میں آپ کا کوئی استاذ نہیں ہے، چنانچہ جب ماہر ریاضیات ڈاکٹر سر محمد ضیاء الدین وائس چانسلر مسلم یونی ورسٹی علی گڈھ نے ریاضی کے ایک لاینحل مسئلہ کا حل سنا تو بے ساختہ سوال کیا: حضور! اس فن میں آپ کا استاد کون ہے؟ تو ارشاد فرمایا: میرا کوئی استاذ نہیں ہے، میں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ سے صرف چار قاعدے جمع، تفریق، ضرب، تقسیم اس لیے سیکھ لیے تھے کہ ترکہ کے مسائل میں ان کی ضرورت پڑتی ہے، شرح چغمینی شروع کی تھی کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا: کیوں اپنا وقت اس میں صرف کرتے ہو، مصطفےٰ پیارے صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکار سے یہ علوم تم کو خود ہی سکھا دیے جائیں گے، چنانچہ یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں مکان کی چار دیواری کے اندر بیٹھا خود ہی کرتا رہتا ہوں، یہ سب سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم ہے۔''

ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمدؔ امام احمد رضا کے علم و اخلاق سے ایسے متاثر ہوئے کہ انھوں نے بریلی شریف کی واپسی پر داڑھی رکھ لی اور صوم وصلوٰۃ کے پابند ہو گئے، موصوف کا خیال تھا کہ:

''دینی، مذہبی، اسلامی علوم کے ساتھ ریاضی، اقلیدس، جبر

ومقابلہ، توقیت وغیرہا میں اتنی زبردست قابلیت اور مہارت کہ میری عقل جس ریاضی کے مسئلے کو ہفتوں غور وفکر کے بعد بھی حل نہ کر سکی، حضرت نے چند منٹ میں حل کر کے رکھ دیا، صحیح معنیٰ میں یہ ہستی ''نوبل پرائز'' کی مستحق ہے۔''

علم کیمیا

آپ کا مجموعۂ فتاویٰ (فتاویٰ رضویہ، تقریباً دس ہزار صفحات پر مشتمل بارہ جلدیں) اسلامی انسائیکلو پیڈیا ہی نہیں سائنسی علوم و افکار کا بھی بحر ذخار ہے، مسائل دینیہ کے ضمن میں یا مسائل کے تحقیق و تفحص میں آپ کے سیال قلم کی جوت جب پڑی ہے تو تہ نشیں جواہرات کی چکا چوند سے صفحہ کا صفحہ درخشاں ہو گیا ہے اور نوادرات فکر سے جدید علوم کا بھی نصیبہ چمک اُٹھا ہے۔

آپ نے فتاویٰ رضویہ میں تیمم کے باب میں جنس ارضی اور آگ کا تذکرہ... اور ایک سو اسی ۱۸۰ ر چیزوں کے نام جن پر تیمم کیا جا سکتا ہے اور پھر ایک سو تیس ۱۳۰ ر چیزوں کے نام جن پر تیمم جائز نہیں، اس کی تفصیل و وضاحت کے ساتھ مدلل ذکر کیا ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے، جنس ارضی کی تقدیر وتجدید کو چار مقام پر تقسیم فرمایا ہے، مقام اوّل تجدید جنس کے لیے مخصوص فرمایا ہے اور اس کے لیے پانچ الفاظ کا استعمال فرمایا ہے :(۱) احتراق (۲) ترمُّد (۳) لین (۴) دوبان (۵) انطباع، پھر ان الفاظِ خمسہ کے معنی اور ان کی باہمی نسبتوں کا ذکر اس انداز سے فرمایا ہے کہ ماننا پڑتا ہے کہ علم کیمیا میں بھی آپ کی مہارت بے مثال اور حذاقت با کمال ہے، ایم حسن امام مظفر پوری تحریر فرماتے ہیں:

''میرے خیال میں آگ اور آگ کا مادّے پر اثر سے متعلق جتنی باتیں آپ یہاں اس باب میں یکجا پائیں گے، اسے آپ اگر نایاب نہ کہیں تو نہ کہیں کمیاب ضرور کہیں گے، میرا اندازہ ہے کہ اسے اور اس قسم کے نسخۂ کیمیا کو بنیاد بنا کر ریسرچ کیا جائے تو موجودہ علم کیمیا فقط ماضی کی یاد بن کر رہ جائے گی، ایک انوکھی چیز جو اس باب میں دیکھنے کو ملی ہے وہ یہ کہ کان کی ہر جگہ گندھک اور پارے کے نکاح کی اولاد ہے، گندھک نر ہے اور پارہ مادہ، یہ چیز علم کیمیا کے محقق کے لیے دعوتِ فکر ہے۔''

حرکت زمین

امام احمد رضا کا یہ علمی کمال ہے کہ خالص مذہبی شخصیت ہونے کے باوجود آپ نے علم سائنس کے علم برداروں کو میدانِ سائنس میں چیلنج کیا اور دلائل کی بجلی سے ان کے مزعومات کے گھروندوں کو خس و خاشاک کی طرح اُڑا دیا، بہت سے وہ نظریے جو اسلامی نظریے کے مقابل ہوئے ان میں نظریہ حرکت زمین بھی ہے، اسلامی نظریہ یہ ہے کہ زمین ساکن ہے اور سائنسی نظریہ یہ ہے کہ زمین گردش میں ہے، امام احمد رضا کے عہد میں پروفیسر آئن اسٹائن نے ایک تجربہ کیا، جس سے اس نظریہ کا رد ہوتا تھا، لیکن انھوں نے پھر اس کی ایسی توجیہ کی جس سے یہ ثابت ہو گیا، مگر بقول سید محمد تقی ''یہ سائنس کی تاریخ کی سب سے زیادہ غیر عقلی توجیہ تھی۔''

امام احمد رضا' آئن اسٹائن کے ہم عصر ہیں، انھوں نے آئن اسٹائن اور دیگر سائنس دانوں کے افکار وخیالات کی گرفت کی اور ایک سو پانچ ۱۰۵ ر دلائل سے نظریہ حرکت زمین کو باطل قرار دیا، جدید سائنس کی تکنیکی لغزشوں اور اُصولی غلطیوں کی نشان دہی کی اور صحت مند اصول بخشا، خود فرماتے ہیں:

''بعونہٖ تعالیٰ فقیر نے ردِ فلسفۂ جدیدہ میں ایک مبسوط کتاب ''فوزِ مبین در ردِ حرکت زمین (۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء) لکھی، جس میں ایک سو پانچ ۱۰۵ ر دلائل سے حرکت زمین باطل کی، اور جاذبیت و نافریت وغیرہما مزعومات فلسفۂ جدیدہ پر روشن رد کیے، جن کے مطالعے سے ہر ذی انصاف پر بحمدہٖ تعالیٰ آفتاب سے زیادہ روشن ہو جائے کہ فلسفۂ جدیدہ کو اصلاً عقل سے مس نہیں۔''

ان ایک سو پانچ ۱۰۵ ر دلیلوں میں نوے ۹۰ ر دلیلیں امام احمد رضا کی طبع زاد ہیں، جس وقت آپ نے یہ نظریہ پیش کیا تھا اُس وقت دیکھنے والوں نے چاہے جس انداز سے دیکھا ہو، اب تو عالم یہ ہے کہ سو سے زائد آئن اسٹائن اور نیوٹن کے ناقدین پیدا ہو چکے ہیں۔

۱۹۸۲ء میں صوبہ کرناٹک کے ضلع رائچور (بقیہ ص ۳۶ ر پر)

از: مفتی عبدالمالک مصباحی ٭

مسلک اعلیٰ حضرت اور ہماری ذمہ داریاں

ذرا دیکھ اس کو جو کچھ ہو رہا ہے ہونے والا ہے
دھرا کیا ہے بھلا عہد کہن کی داستانوں میں

کبھی کبھی وقت اور حالات کے بطن سے ایسی ایسی چیزیں معرض وجود میں آجاتی ہیں جن کے محاسن کی توضیح وتشریح سے دفتر کے دفتر بھر جاتے ہیں مگر پھر بھی یہی کہنا پڑتا ہے، حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کا حال بھی کچھ ایسا ہی ہے، کیونکہ ''مسلک اعلیٰ حضرت'' دین حنیف اور صراط مستقیم کی عصری تعبیر کا نام ہے۔

موجودہ دور میں جبکہ دین اور اسلام کے نام پر بیشمار فرقے کوچہ وبازار میں نظر آرہے ہیں، جن کے مبلغین کا حال یہ ہے کہ ان کی زبان سے قرآن وحدیث کی اس قدر تکرار کہ سننے والا حیران وششدر رہ جائے، علماء اور ائمہ کی ایسی تعریف کہ بس سنتے ہی رہئے۔ نماز اور روزہ کی ایسی نمائش کہ بس قربان ہونے کو جی چاہے۔ شہد دکھا کر زہر پلانے کی ایسی تربیت کہ ابلیس بھی چکرا چکرا گرتا پھرے، بالخصوص ہندوستان میں دیوبندیت کی تبلیغ و اشاعت کے بعد سنی اور دیوبندی میں بظاہر کوئی امتیاز باقی نہ رہا کیونکہ وہ بھی اپنے آپ کو سنی حنفی کہتے اور لکھتے تھے ان کے انداز عبادت میں شیعوں یا غیر مقلدوں کی طرح سنیوں سے کوئی فرق وامتیاز نہ تھا اس لئے عوام اہلسنت کے لئے یہ اصطلاح رائج کی گئی تاکہ لوگ بیک نگاہ جان لیں کہ جو مجدد اسلام امام احمد رضا علیہ الرحمہ (۱۸۵۶ـ۱۹۲۱ء) کی تحقیقات کو بسروچشم قبول کرتا ہو وہ حقیقی اور اصلی سنی ہے اور جو ان سے اصولی اختلاف رکھتا ہو وہ اگرچہ خود کو سنی کہے مگر حقیقت میں وہ سنی نہیں، اسی کو آسان ترین بنا کر علمائے اسلام نے ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کے نام سے ایک ایسی شاہراہ کی نشاندہی فرمادی جو بغیر کسی کمی اور زیادتی کے ''مذہب اسلام'' پر گامزن کردے۔

مسلک اعلیٰ حضرت کیوں؟

رتبۂ بلند جسے مل گیا ملا
ہر شخص کے نصیب میں دارورسن کہاں

میرے خیال میں اس کا سب سے اہم اور پہلا جواب تو یہ ہے کہ ذالك فضل الله يوتيه من يشاء، اس سوال کو پیش کرنے سے پہلے تھوڑی دیر ٹھہر کر ذرا یہ غور کرلیا جائے کہ اگر کوئی کہے علم وفن اور فقہ وحدیث کے کوہ ہمالہ تو بہت سے ہیں پھر حضرت نعمان بن ثابت ہی کو امام اعظم کیوں کہا جائے؟ اگر کوئی کہے کہ عبادت وریاضت کے شہسوار تو بہت ہیں، تقویٰ و طہارت کے تاجدار تو ایک سے بڑھ کر ایک ہیں، صفحہ ہستی پر رشد وہدایت کے روشن مینار کی بھی کمی نہیں، اعلائے کلمۃ الحق کی صدائے دلنواز بلند کرنے والوں کی بھی ایک لمبی قطار ہے پھر سرکار بغداد شیخ عبدالقادر جیلانی ہی غوث اعظم کیوں؟

اس قسم کے سوالوں کے جواب میں اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ ذالك فضل الله يوتيه من يشاء، ان نفوس قدسیہ نے اپنے اپنے زمانوں میں دین متین کی جو گرانمایاں خدمات انجام دی ہیں ان کے صلے میں منجانب اللہ انہیں ان القاب ومقامات علیا سے سرفراز کیا گیا ہے، اسی طرح اس فتنہ آشوب ماحول میں جبکہ باطل کے پرستار اہل حق کا لبادہ اوڑھ کر شریعت اسلامیہ کے رخ تاباں کو گردآلود کرنے اور اتنا ہی نہیں بلکہ اپنی شاطرانہ چالوں سے اسے بیخ وبن سے اوکھاڑ پھینکنے کی سعی بیجا کررہے تھے تو امام احمد رضا علیہ الرحمہ اپنے تن من دھن کی

٭ مضمون نگار دوماہی ضیائے مدینہ آزادنگر، مانگو، جمشید پور، کے ایڈیٹر ہیں۔

بازی لگا کر عظمت اسلام کی سرفرازی کی خاطر میدان عمل میں اتر پڑے اور ہزار ہا آندھیاں چلیں، لاکھوں طوفان آئے مگر آپ کے پائے استقلال میں جنبش نہ آئی، ایسے ہوش ربا حالات میں مکمل پامردی اور ثبات قدمی کے ساتھ ملت بیضاء کی آبیاری و آبپاشی میں لگے رہے اور حیات مستعار کے آخری لمحات تک ہر محاذ پر سینہ سپر رہے یہاں تک کہ پروردگار عالم نے آپ کو کونین کی سرخروئی عطا فرمائی، جیسا کہ مندرجہ ذیل اقتباس سے ظاہر ہے۔

آل انڈیا سنی کانفرنس ۱۹۴۶ء کے دستور میں سنی کی جو تعریف لکھی گئی تھی وہ یہ تھی:

''سنی وہ ہے جو ما انا علیہ و اصحابی کا مصداق ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو ائمہ دین، خلفاء راشدین مسلم مشائخ طریقت اور متاخرین علماء میں حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی حضرت ملک العلماء بحر العلوم فرنگی محلّی، حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی، حضرت مولانا مفتی ارشاد حسین رامپوری، حضرت مولانا مفتی شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمہم اللہ کے مسلک پر ہو۔'' [ماہنامہ سنی آواز جولائی تا ستمبر ۱۹۹۷ ص ۵۱]

یہ تعریف اس کانفرنس کے دستور اور رکنیت فارم میں درج تھی جس میں پانچ ہزار سے زائد علماء و مشائخ اہلسنت شریک تھے اور اس تنظیم سے لاکھوں افراد وابستہ تھے، مسلک کے حوالے سے بات تو بہت سے علماء و محققین کی کی گئی ہے لیکن اس میں شہرت صرف اور صرف امام احمد رضا کے نام کو ملی تو بھلا اس میں واویلا مچانے کی کیا بات؟ ؏

یہ رتبۂ بلند جسے مل گیا ملا

مسلک اعلیٰ نشانے پر کیوں؟

آج غیروں کے ساتھ کچھ اپنے کہلانے والے بھی ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کی مخالفت پر کمربستہ ہیں اور ''حلقۂ مریداں'' میں بھولے سے بھی کوئی ایسا موقع نہیں جانے دیتے جس سے لوگوں کے ذہن میں اس تعلق سے بدگمانی کے جراثیم پیدا نہ ہوں، ماضی میں تمام اکابرین اہلسنت نے اس کی تائید، توثیق اور ترویج و اشاعت کا حق ادا کیا، ہندوستان تو ہندوستان عالم عرب کے جید علماء کا حال یہ تھا کہ وہ امام اہلسنت کی ذات کو معیار حق سمجھتے تھے۔

جیسا کہ مشہور عالم عرب حضرت علامہ سید محمد علی علیہ الرحمہ، علمائے ہند کے نزدیک امام اہلسنت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: نحن نعرفہ بتصنفاتہ و تالیفاتہ حبۃ علامۃ السنہ و بغضہ علامۃ البدعۃ۔ ہم انہیں ان کی تصنیفات و تالیفات سے جانتے ہیں، ان کی محبت سنت کی علامت اور ان سے بغض بدعت کی نشانی ہے۔

[فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، ص ۱۲۶]

اکابرین و اساطین کے حاشیۂ خیال میں بھی جو باتیں نہیں تھیں آج کچھ ''دنیادار'' قسم کے مولوی نما لوگ ان باتوں کو عوام و خواص میں پھیلا رہے ہیں، آخر کیوں یہ لوگ ایسے جسارت آمیز قدم اٹھا رہے ہیں اور کیوں اپنے اسلاف سے بغاوت کرکے انہیں اپنی قبروں میں اذیت پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہے ہیں؟ اس کی وجہ اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ امام احمد رضا نے قرآن و سنت کی روشنی اور اقوال سلف صالحین کے تناظر میں اپنے منصب ''مجددیت'' کا حق ادا کرتے ہوئے شریعت اسلامیہ کے روئے زیبا پر پڑنے والی گرد و غبار کی معمولی سی معمولی پرت کو بھی صاف کر دیا اور اس میں کسی کی کسی طرح کوئی رو رعایت نہ کی، شریعت کا حکم ببانگ دہل عام کر دیا، مثلاً:

الف) کچھ لوگ ''کاشت مریداں'' کی افزائش و ہریالی کے لئے ''پیروں'' کو سجدہ کی وکالت کر رہے تھے اور کچھ عاقبت نا اندیش اور خوف خدا سے خالی پیر اسے عملی جامہ پہنانے میں لگے ہوئے تھے۔ ایسے لوگوں کا تعاقب کرتے ہوئے آپ نے چالیس احادیث صحیحہ سے استدلال کرتے ہوئے ''الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ'' نامی رسالہ لکھ کر ''سجدہ تعظیمی'' کی حرمت آشکارا کیا، نفس پرست یاروں نے دیکھا امام احمد رضا نے پیر پرستوں کی آنکھیں کھول دیں، اس لئے کمربستہ ہو گئے امام احمد رضا کی مخالفت پر!

ب) کچھ لوگوں نے ''سماع'' کی عظمت کو پامال کرتے ہوئے ڈھول تاشے پر تھرکنے اور فاسق و فاجر قوال کی راگ پر جھومنے

بلکہ ناچنے کو ''سماع'' کہہ کر گانے بجانے کے رسیا لوگوں کی بھیڑ اکٹھی کرنے لگے، امام احمد رضا نے ''مزامیر والی قوالی'' کو اکابرین کے اقوال کی روشنی میں حرام بتا کر حظ نفس میں سرمست لوگوں کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا تو شوکت اسلام کو پامال کرتے ہوئے حلقہ مریداں پر نظریں جمانے والے اصحاب جبہ و دستار نے سب کو چھوڑ کر امام احمد رضا ہی کو ٹارگیٹ (نشانہ) بنالیا، بس پھر کیا تھا امام احمد رضا کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگانے لگے۔

ج) اسی ''کمپنی کے لوگ'' اپنے بزرگوں کی ''زیارت گاہ'' کو ''تجارت گاہ'' میں تبدیل کرتے ہوئے عورتوں کو بھی آستانوں اور مزارات پر بلا جھجک جانے کی اجازت دینے لگے حتیٰ کہ ''عرس مقدس'' کو ''میلا'' میں تبدیل کر بیٹھے، امام احمد رضا نے احادیث کی روشنی میں اس کی مخالفت کی اور اس سلسلے میں ایک مستقل رسالہ ''جمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور (۱۳۳۹ھ)'' لکھ کر قوم کے حوالے کر دیا، بس اب کیا تھا امام احمد رضا نے عاقبت سدھارنے کی کوشش کی اور ارباب عیش و نشاط نے اسے اپنی آمدنی پر قدغن تصور کر لیا بس ڈٹ گئے میدان میں مخالفت کے لئے۔

د) کچھ ''فلڈ مارشل'' ''حضرات'' ''پیروں'' کا لبادہ اوڑھ کر ''مریدنیوں'' کے جسم و سر پر ''دست مقدس'' پھیرنے کو کمال تبلیغ اسلام سمجھتے تھے، حالانکہ یہ طریقہ روح اسلام کے سراسر منافی ہے، امام اہلسنت نے اسی بات کو شریعت کی روشنی میں اجاگر کرتے ہوئے فرمایا ''پردہ کے باب میں پیر وغیر پیر ہر اجنبی کا حکم یکساں ہے جوان عورت کو چہرہ کھول کر بھی سامنے آنا منع ہے۔''

[فتاویٰ رضویہ جلد نہم ص ۱۰۲]

یہ بات ان مجاہدین فرحت و نشاط کے دل میں چبھ گئی، اس لئے اٹھ کھڑے ہوئے اہانت و تنقیص کا علم لے کر۔

ہ) فوٹو کی حرمت: کچھ خواہ مخواہ (خانقاہوں) کے ذمہ داروں نے اپنے مریدوں کو اپنا فوٹو کھینچوا کر دینا شروع کر دیا اور اسے تبرک بنا کر رکھنے کا ذہن دینے لگے، امام اہلسنت نے قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کار دبلیغ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ''اللہ عزوجل ابلیس کے مکر سے پناہ دے، دنیا میں بت پرستی کی ابتداء یونہی ہوئی کہ صالحین کی محبت میں ان کی تصویریں بنا کر رکھیں۔''

[عطایا القدیر فی حکم التصویر ص ۲]

اس تعلق سے آپ نے باقاعدہ ایک رسالہ ''عطایا القدیر فی حکم التصویر (۱۳۳۱ھ)'' تحریر فرما کر اس ابلیسی فکر کی تردید فرمائی، بس کیا تھا تازیانۂ حق کی ضرب برداشت نہ کر سکے اور اتر پڑے مخالفت کا پٹارہ لے کر۔

اس طرح ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کی مخالفت و معاندت کی وجوہات کی ایک لمبی فہرست ہے، بطور نمونہ یہاں چند پیش کی گئی ہیں، ان مثالوں سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ امام احمد رضا سے مخالفت یا ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کی معاندانہ تشہیر صرف اور صرف عیش و عشرت اور حصول زر میں مداخلت کی وجہ سے ہے، امام احمد رضا نے اصحاب جبہ و دستار کو دنیا کے گڑھے سے نکال کر جنت کی دائمی اور بہجت آمیز وادی میں پہنچانے کی سعی بلیغ کی تو یہ باتیں انہیں اپنے مفاد کے خلاف نظر آئیں، اس لئے گھریلو اور نیجی محفلوں سے لے کر اسٹیجوں تک اور زبان سے لے کر قلم تک کے ذریعے ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کا بہانہ بنا کر افکار و تعلیمات امام احمد رضا کو نشانہ بنانے لگے، فیا للعجب!

کسی زمانے میں مسعود ملت ڈاکٹر مسعود احمد علیہ الرحمہ نے زیر نظر تبصرہ غیروں کے مکائد کا تجزیہ کرتے ہوئے سپرد قرطاس کیا تھا، مگر ہائے افسوس اب کچھ اپنے کہلانے والے بھی اسی روش پر چل پڑے ہیں، انہوں نے لکھا ہے ''امام احمد رضا سے مخالفت کی سب سے بڑی وجہ مسلک سلف صالحین پر ان کی بے پناہ استقامت اور اس کی اشاعت کے لئے ان کی سرگرمی اور اس مسلک کے مخالفین پر ان سخت تنقیدات معلوم ہوتی ہے۔''

[تقدیم بر امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات ص ۴۲]

تاریخی شواہد کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ حالات کچھ آج ہی کے پیدا شدہ نہیں بلکہ خود امام اہلسنت کے زمانے ہی میں ایسے عناصر سر ابھارنے لگے تھے، جب ہی تو

آپ کو کہنا پڑا۔ ؎

ایک طرف حاسدیں ایک طرف اعدائے دیں
بندہ ہے تنہا شہا تم پہ کروڑوں درود

آج جبکہ علمی گہرائی کمیاب، خشیت الٰہی مفقود اور نفس پرستی بڑھتی جارہی ہے، ایسے ماحول میں محبین اسلام اور ناشرین ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کی ذمہ داری پہلے سے کہیں بہت بڑھ جاتی ہے جسے شدت سے محسوس کرنے اور مضبوط لائحہ عمل تیار کرنے کی ضرورت ہے۔ ؎

احساس بڑھا دیتا ہے ہر درد کی شدت
محسوس کروگے تو کسک اور بڑھے گی

موجودہ حالات کے تناظر میں ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کی عصری معنویت کو اجاگر، افکار امام احمد رضا کی خوب خوب تشہیر، سنجیدہ لب ولہجہ اور علمی انداز میں مخالفین کی تردید، سائنٹفک انداز میں لوگوں کی ذہن سازی اور عوام کو شخصیت پرستی سے زیادہ حقیقت پسندی کا خوگر بنانے کی ضرورت ہے، ہندوستان جیسے وسیع وعریض ملک میں دو پانچ ادارے اس کے لئے کافی نہیں ہر شہر اور قصبہ میں باصلاحیت اور متحرک افراد پر مشتمل ٹیم کے مشترکہ جدو جہد، عصری اسباب و وسائل اور آلات سے مسلح ہو کر مختلف انداز اور زبان میں کام کرنے، وقت وحالات کے مدنظر کشادہ ظرفی اور دور اندیشی سے اپنے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے اور مسلک اعلیٰ حضرت کو عصر حاضر کی ضرورت اور ہر سنی مسلمان خواہ وہ کسی شعبۂ حیات سے تعلق رکھے اسے اس کی نشر واشاعت میں حصہ لینے کی اہمیت سمجھانے کی ضرورت ہے۔ ؎

یہ ہے دامن یہ گریباں آؤ کوئی کام کریں
موسم کا منہ تکتے رہنا کام نہیں دیوانوں کا

■■■

ص ۴۶ رکا بقیہ

بہت سے پیر مریدہ عورتوں سے پردہ نہیں کرتے، اس سلسلے میں امام احمد رضا قدس سرہ سے سوال ہوا تو جواب دیا: بیشک ہر غیر محرم سے پردہ فرض ہے، جس کا اللہ و رسول نے حکم دیا ہے جَلّ جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و الہ و سلم

بیشک پیر مریدہ کا محرم نہیں ہوجاتا نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے بڑھ کر امت کا پیر کون ہوگا؟ اگر پیر ہونے سے آدمی محرم ہوجاتا تو چاہیے تھا کہ نبی سے اس کی امت سے کسی عورت کا نکاح نہ ہوسکتا۔ [مسائل سماع، مطبوعہ لاہور، ص ۴۴]

''ذی علم مسلمان اگر بہ نیت رد نصاریٰ انگریزی پڑھے اجر پائے گا اور دنیا کے لیے صرف زبان سیکھنے یا حساب اقلیدس جغرافیہ جائز علم پڑھنے میں حرج نہیں بشرطیکہ ہمہ تن اس میں مصروف ہو کر اپنے دین وعلم سے غافل نہ ہوجائے ورنہ جو چیز اپنا دین وعلم بقدر فرض سیکھنے میں مانع آئے حرام ہے، اسی طرح وہ کتابیں جن میں نصاریٰ کے عقائد باطلہ مثل انکار وجود آسمان وغیرہ درج ہیں اُن کا پڑھنا بھی روا نہیں۔'' [فتاویٰ رضویہ جلد دہم اول، ص ۹۹، مطبوعہ بیسل پور]

یہاں ہم نے بعض نکات کتب رضا سے اور بعض نکات مولانا عبدالمبین نعمانی کی کتاب ''امام احمد رضا اور ان کی تعلیمات'' سے درج کیے، اصلاحی افکار رضا پر اگر مواد یکجا کیا جائے تو کئی جلدیں تیار ہوجائیں، راقم نے صرف اک جھلک دکھادی، مزید معلومات کے لیے مولانا یٰسین اختر مصباحی کی کتاب ''امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات'' اور مولانا عبدالمبین نعمانی کی کتاب ''ارشادات اعلیٰ حضرت'' کا مطالعہ کریں اسی طرح پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی کتاب ''خوب وناخوب'' کا مطالعہ بھی مفید ہوگا، موجودہ حالات میں ضروری ہے کہ مغربی تہذیب اور شرکیہ تمدن کے زیر اثر معاشرے میں پروان چڑھنے والے معمولات پر روک لگائی جائے، جس کے لیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے افکار کی اشاعت اور ان کا مطالعہ قوم کی اصلاح اور فروغ سنت کے لیے ضروری ہے۔ ■■■

ص ۱۰ رکا بقیہ

ہر طرف کفر کی آندھیاں ہیں چلیں
دین و ایماں بچانے بریلی چلیں
عشق میں کہہ رہا ہے یہ عرفاںؔ کہ
فیض سرکار پانے بریلی چلیں

از: غلام مصطفےٰ رضوی*

امام اہل سنت کے اصلاحی افکار کے چند درخشاں پہلو

اسلام ایسا سادہ وآسان دین ہے جس کے ہر گوشے کی تائید پر فطرت تائید کرتی ہے، دنیا میں اختلافات فطرت سے انحراف کے سبب ہی پیدا ہوتے ہیں، ایسا ہی معاملہ معاشرتی و سماجی زندگی کا ہے، اسلام نے جہاں عقیدے کی تربیت کی وہیں سماجی و معاشرتی زندگی کو بھی ملحوظ رکھا، اس کے ہر اصول میں توازن ہے، خوشی ہو یا غم، سانحہ ہو یا حادثہ، اہم دنوں کی یاد ہو یا مسرتوں کا اظہار سب کے لیے اصول موجود ہیں، ان اصولوں سے انحراف جب بھی عام ہوا اللہ تعالیٰ نے دین کی صیانت وحفاظت کے لیے امت نبوی سے کسی صالح فرد کو بھیجا، جسے آفاقی فکر دی اور جب بھی گناہ وغلط روی عام ہوئے ایک مرد صالح نے اصلاح کو فریضہ انجام دے کر دین مصطفوی کو بچایا۔

۱۹رویں صدی کا آخر اور ۲۰رویں صدی کا آغاز ایسا ہی تھا، ایک طرف تو عقیدے پر حملہ دوسری طرف معاشرتی رسومات و بدعات کا رواج، اس میں ایک طرف انگریز کی سازش تھی تو دوسری طرف مشرکین کی چال بازی، ایسے میں امام احمد رضا محدث بریلوی (۱۸۵۶ء/۱۹۲۱ء) کی ذات سامنے آئی، آپ نے احیاے سنت کا فریضہ انجام دیا، معاشرتی بدعات کا خاتمہ کیا، حق سے جدا راہ اپنانے والوں کو تنبیہ کی، جاہل صوفیا کو اسلامی تصوف سے آشنا کیا، شریعت سے جدا راہ تراشنے والوں کی خبر لی اور درس دیا کہ جو شریعت کی راہ چھوڑ دے وہ اللہ والا نہیں ہوسکتا، آپ نے جو حق تھا، جو رسول کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا درس تھا بلا خوفِ لومۃ لائم کہہ سنایا، کسی کی ناراضی کی پروا نہیں کی، پروا کی تو صرف اسلام وشریعت اور طریق سنت کی۔ ہم امام احمد رضا کے چند افکار بلا تبصرہ پیش کرتے ہیں:

بے ثبوت کافر کہنا سخت گناہ

بعض لوگ معمولی معمولی بات پر کفر وشرک کا حکم لگا دیتے ہیں، ایسوں کے بارے میں فرماتے ہیں، بجز ثبوت وجہِ کفر کے مسلمانوں کو کافر کہنا سخت گناہِ عظیم ہے بلکہ حدیث میں فرمایا کہ وہ اسی کہنے والے پر پلٹ آتا ہے۔ [احکام شریعت حصہ سوم]

سجدۂ تعظیمی کی حرمت

مسلمان! اے مسلمان! اے شریعت مصطفوی کے تابع فرمان! جان اور یقین جان کہ سجدہ حضرت عزت عَزَّ جلالُہٗ کے سوا کسی کے لیے نہیں، اس کے غیر کو سجدہ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرکِ مہین وکفرِ مبین اور سجدۂ تحیت حرام وگناہ کبیرہ بالیقین، اس کے کفر ہونے میں اختلاف علماے دین، ایک جماعت فقہا سے تکفیر (کافر کہنا) منقول اور عندالتحقیق کفر صوری (یعنی صورتاً کفر) پر محمول۔

صحابہ کرام نے حضور کو سجدۂ تحیت کی اجازت چاہی اس پر ارشاد ہوا کہ کیا تمہیں کفر کا حکم دیں، معلوم ہوا کہ سجدۂ تحیت ایسی قبیح چیز ہے جسے کفر سے تعبیر فرمایا، جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے سجدۂ تحیت کا یہ حکم ہے پھر اوروں کا کیا ذکر۔

[الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیۃ، ص ۵–۱۰ اسمنانی میرٹھ]

محرم کے غیر شرعی رسوم

تعزیہ کی اصل تو بس اتنی تھی کہ روضۂ امام عالی مقام سید الشہدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نقشہ بنا کر بطور یادگار گھروں میں رکھا جاتا جیسے کہ خانۂ کعبہ وروضہ سرکار مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقشے: جیسے یہ جائز وہ بھی جائز، لیکن اب روضۂ امام کے نقشے کے ساتھ طرح طرح کی خرافات نے اس کو ممنوع وناجائز بنا دیا،

*مضمون نگار نوری مشن مالیگاؤں کے رکن ہیں۔

مثلاً، اس نقشہ روضہ امام کو قبر امام عالی مقام سمجھنا، اس سے مرادیں مانگنا، اس کے سامنے جھکنا، اس کا طواف کرنا، باجے تاشے سے اس کا جلوس نکالنا، ہر سال اسے مصنوعی کربلا لے جا کر مال ضائع کرنا، نوحہ خوانی و سینہ کوبی اور پھر اب نقشے بھی ایسے بنائے جاتے ہیں جو روضہ امام عالی مقام سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے نئی نئی تراش اور من گھڑت شکلیں بنالی گئی ہیں اور ان کو روضۂ امام سے تشبیہ دی جاتی ہے، اس قسم کی تعزیہ داری ظاہر ہے کہ ناجائز ہے کوئی بھی عقل و ہوش والا اس کے جواز کا قائل نہیں، اس لیے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی اس کو ناجائز کہا اور اس کے خلاف فتویٰ دیا، ملاحظہ ہو رسائل اعلیٰ حضرت، بدر الانوار، رسالہ تعزیہ داری، اور فتاویٰ رضویہ جلد دہم اور الملفوظ شریف جلد دوم، ص ۸۷، عرفان شریعت، ص ۱۶، وغیرہ۔

قوالی مع مزامیر

ڈھول سارنگی کے ساتھ قوالی کا حکم پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا: ایسی قوالی حرام ہے حاضرین سب گنہ گار ہیں، اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے، اور قوالوں کا بھی گناہ اس عرس کرنے والے پر بغیر اس کے کہ عرس کرنے والے کے ماتھے قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے یا اس کے اور قوالوں کے ذمہ حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف (کمی) ہو الخ۔

[احکام شریعت اول، ص ۲۹]

عورتوں کا مزارات پر جانا

عورتوں کے مزارات اولیا اور عام قبروں پر جانے کے بارے میں سوالات کے جواب ارقام فرمایا:

"عورتوں کے مزارات اولیا، مقابر عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔" [احکام شریعت دوم، ص ۱۸]

اَصَح (زیادہ صحیح) یہ ہے کہ عورتوں کو قبروں پر جانے کی اجازت نہیں... [فتاویٰ رضویہ، ج ۴، ص ۱۶۵]

"غنیہ" میں ہے یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا، جائز ہے یا نہیں بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے، اللہ کی طرف سے اور کس قدر صاحب قبر کی جانب سے، جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے، اور جب تک واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں، سوائے روضہ انور کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں، وہاں کی حاضری البتہ سنت جلیلہ عظیمہ قریب بواجبات ہے۔ الخ [الملفوظ دوم، ص ۱۰۶]

درود میں اختصار

متعدد فتاوے میں درود شریف صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وغیرہ صیغوں کی جگہ "صلعم۔ ع وغیرہ لکھنے کو ناجائز و بدعت فرمایا۔

ایک سائل نے سوال میں ایسا اختصار لکھا تو اس کو تنبیہ فرمائی کہ:

سائل کو جواب مسئلہ سے زیادہ نافع یہ بات ہے کہ: درود شریف کی جگہ جو عوام و جہال صلعم، یا ع یا م یا ص یا صللم لکھا کرتے ہیں محض مہمل و جہالت ہے، اَلْقَلَمُ اِحدی اللسانین (قلم بھی ایک زبان ہے) جیسے زبان سے درود شریف کے عوض مہمل کلمات کہنا درود کو ادا نہ کرے گا یوں ہی ان مہملات کا لکھنا درود لکھنے کا کام نہ دے گا ایسی کوتاہ قلمی سخت محرومی ہے۔

[فتاویٰ رضویہ، ۴/ ۵۴]

فرضی قبروں کا حکم

فرضی اور مصنوعی قبر کے بارے میں سوال کے جواب میں فرمایا: قبر بلا مقبور کی زیارت کی طرف بلانا اور اس کے لیے وہ افعال (چادریں چڑھانا وغیرہ) کرانا گناہ ہے۔ [فتاویٰ رضویہ، ۴/ ۱۱۵]

قبر کا طواف اور بوسہ

بلاشبہہ غیر کعبہ معظّمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے، اور بوسہ قبر میں علما کو اختلاف ہے، احوط (زیادہ احتیاط) منع ہے۔

[احکام شریعت، ۳/ ۳ و فتاویٰ رضویہ، ۴/ ۸]

دعوت میت

مردہ کا کھانا صرف فقرا کے لیے ہے، عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے، غنی (مالدار) نہ کھائے۔

[احکام شریعت دوم، ص ۱۶]

پیر سے پردہ

(بقیہ ص ۴۴ ر پر)

از: مفتی راحت خاں قادری*

امام احمد رضا اور بنگلہ دیش

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ کی دینی و مذہبی اور علمی و تحقیقی خدمات عرب وعجم، پاک و ہند، چین وسندھ، نیپال و بنگلہ، ایشیا و یورپ، افریقہ وامریکہ وغیرہ بلکہ پورے عالم کے ساتھ وابستہ ہیں، آپ نے دین اسلام کی نشر و اشاعت کی خدمات جلیلہ صرف اور صرف رضائے الٰہی کے لیے انجام دیں اور دوسروں کو بھی اسی کی تربیت فرمائی اور ایک موقع پر آپ نے اپنے دستخط خاص سے اشاعت دین متین کے لیے اپنے موقف و مسلک کی وضاحت فرماتے ہوئے درج ذیل بیان جاری فرمایا:

”یہاں بحمد اللہ! نہ کبھی خدمت دینی کو کسب معیشت کا ذریعہ بنایا گیا، نہ احباب علمائے شریعت یا برادران طریقت کو ایسی ہدایت کی گئی، بلکہ تاکید اور سخت تاکید کی جاتی ہے کہ دست سوال دراز کرنا تو درکنار اشاعت دین اور حمایت سنت میں جلب منفعت مالی کا خیال دل میں بھی نہ لائیں کہ ان کی خدمت خالصۃً لوجہ اللہ ہو۔ [ماہ نامہ الرضا، بریلی شریف، شمارہ ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ]

لیکن چوں کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ کے زمانے میں برصغیر پاکستان (مغربی) اور بنگلہ دیش (سابق مشرقی پاکستان) بھی ہندوستان کا حصہ تھے اور ہندوستان ہی میں شامل تھے اور پورے برصغیر سے آپ کے پاس کثرت سے استفتا آتے تھے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ اس متعلق خود تحریر فرماتے ہیں:

”فقیر کے یہاں علاوہ ردِ وہابیہ خذلھم اللہ تعالیٰ دیگر مشاغل کثیرہ دینیہ کے کارفتوی اس درجہ وافر ہے کہ دس مفتیوں کے کام سے زائد ہے۔ شہر و دیگر بلاد وامصار، جملہ اقطار ہندوستان و بنگال و پنجاب وملیبار و برہما وارکان چین وغزنی و امریکہ وافریقہ حتی کہ سرکار حرمین شریفین محترمین سے استفتا آتے ہیں اور ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہوجاتے ہیں اس میں اگر جواب میں تاخیر ہو یا بعض استفتا تحریر جواب سے رہ جائیں تو کیا شکایت ہے {لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْساً اِلَّا وُسْعَھَا} [فتاویٰ رضویہ، مترجم، ج۹، ص۴۹۹]

اعلیٰ حضرت کا علمی شہرہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ کے علمی فضل و کمال کا سورج افق عالم پر روشن تھا جس کے چرچے اپنے تو اپنے غیروں کی مجالس میں بھی ہوا کرتے تھے جس کا اندازہ اس اقتباس سے بہ خوبی لگایا جا سکتا ہے ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین قادری رضوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”الغرض اعلیٰ حضرت کا ایک زمانہ تدریس و تعلیم کا بہت زور، شور گزرا ہے جس میں دور دور سے طلبہ دوسرے مدرسوں کو چھوڑ کر یہاں حاضر ہوتے اور اس چشمۂ علم وفقہ سے فیض یاب ہوتے، چنانچہ اسی زمانے کا ایک واقعہ جناب مولوی محمد شاہ خاں عرف تھن خاں صاحب بیان فرماتے تھے کہ ایک دن ۳؍ طالب علم نئے آئے اور اعلیٰ حضرت سے پڑھنے کا ارادہ ظاہر کیا، میں نے دریافت کیا کہ کہاں سے آپ لوگ آئے ہیں، اس سے پہلے کہاں پڑھتے تھے؟ وہ لوگ بولے ”دیوبند“ میں پڑھتے تھے، وہاں سے ”گنگوہ“ گیے، اس کے بعد یہاں آئے ہیں، میں نے کہا یوں تو طلبہ کو ”ثمہ خیرا“ کا مرض ہوتا ہے، یعنی وہاں بہتر پڑھائی ہے، اسی لیے ایک جگہ جم کر بہت کم لوگ پڑھتے ہیں بلکہ دو چار جگہ جا کر ضرور دیکھا کرتے ہیں مگر یہ عموماً ایسی جگہ ہوتا ہے، جہاں کی تعریف انسان سنتا ہے لیکن میرے خیال میں یہ بات نہیں آتی کہ آپ لوگوں نے ”دیوبند“ یا ”گنگوہ“ میں بریلی کی

* مضمون نگار دارالعلوم فیضان تاج الشریعہ بریلی شریف کے بانی وناظم ہیں۔

تعریف سنی ہوا اور اس وجہ سے یہاں کے مشاق ہوکر تشریف لائے ہوں، بولے یہ آپ ٹھیک کہتے ہیں اختلاف مذہب، اختلاف خیال کی وجہ سے اکثر تو بریلی کی برائی ہی ہوا کرتی تھی مگر ٹیپ کا بند یہ ضرور ہوتا کہ مولانا احمد رضا خاں قلم کا بادشاہ ہے جس مسئلہ پر قلم اٹھا دیا پھر کسی کی مجال نہیں کہ ان کے خلاف کچھ لکھ سکے، یہی ''دیوبند'' میں سنا اور یہی ''گنگوہ'' میں بھی، تو ہم لوگوں کے دلوں میں شوق و ذوق ہوا کہ وہیں چل کر علم حاصل کرنا چاہیے جن کے مخالفین فضل و کمال کی گواہی دیتے ہیں۔'' [یات اعلیٰ حضرت، ج ا، ص ۲۹۸]

اسی میں ہے:

''ہزاروں طلبہ دیوبند و گنگوہ و سہارنپور کو چھوڑ کر بریلی پہنچے، الغرض ۱۲۸۶ھ سے ۱۳۳۹ھ تک چون سال کے عرصہ میں کتنے سو نہیں کتنے ہزار طلبہ آپ کے علوم کی روشنی سے فیض یاب ہوئے کوئی نہیں کہہ سکتا، اس لیے کہ ان کا کوئی رجسٹر تو تھا نہیں جس میں سب کا نام داخلہ کے وقت لکھ لیا جاتا ہو اور اگر تصنیفات کے ذریعہ آپ کے علوم و فیوض سے مستفیضین کی تعداد معلوم کرنے کی کوشش کی جائے تو یہ قریب قریب ناممکن ہے کہ ان کا شمار ہزار ہا ہزار سے بالا ہوکر کہاں تک پہنچا ہے''۔

[حیات اعلیٰ حضرت، ج ا، ص ۱۱۹]

آپ کے قائم کردہ ادارہ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف کی بنیاد خلوص کی مضبوط اینٹوں پر رکھی گئی تھی، ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد مجددی تحریر فرماتے ہیں:

''وہ دار العلوم منظر اسلام کے بانی تھے، انھوں نے یہ دار العلوم اس وقت قائم کیا، جب دشمن اسلام حاکموں نے مسلمانوں کے لیے عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا، یہ مدرسہ بعض حیثیات سے نہایت ممتاز تھا۔

پہلی بات تو یہ کہ اس میں ایسا فاضل جلیل درس دیتا تھا جس کی نظیر عالم اسلام میں نہ تھی، دوسری بات یہ کہ یہاں کے طلبہ جو پاک و ہند کے گوشے گوشے اور بیرون ملک سے آتے تھے، دوسرے مدارس کے طلبہ کی طرح صرف زکاۃ خیرات پر نہیں پلتے تھے، امام احمد رضا اپنی جیب خاص سے ان کے لیے انتظام کرتے تھے، ایک مثالی دینی مدرسے کے بانی کے لیے ضروری ہے کہ اس میں اخلاص ہو، وہ فکر صحیح کا مالک ہو۔

جب ہم امام احمد رضا کی حیات و تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم کو ان کے یہاں یہ ساری خوبیاں نظر آتی ہیں اور دل گواہی دیتا ہے کہ کسی بھی مثالی دینی ادارے کا بانی ہو تو ایسا ہو۔''

[امام احمد رضا اور دار العلوم منظر اسلام، ص ۶]

بنگالی طلبہ کے لیے مچھلی بھات

ہندوستان، پاکستان، برما و اراکان کے طلبہ کے ساتھ ساتھ بنگلہ دیش کے بھی کثیر تعداد میں طلبہ منظر اسلام میں تعلیم حاصل کرتے تھے، اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب ۱۰؍ربیع الآخر ۱۳۲۵ھ کو نبیرۂ اکبر امام احمد رضا و صاحبزادۂ اکبر حضرت حجۃ الاسلام مولانا ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں (رحمہم اللہ) کی ولادت ہوئی، جشن مسرت میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ بھی شریک تھے اور منظر اسلام کے تمام طلبہ کے لیے ان کی خواہش و فرمائش کے اعتبار سے کھانے کا انتظام کیا گیا تھا، ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین قادری رضوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب کے برابر لڑکیاں ہی پیدا ہوتیں، اس لیے سب لوگوں کی دلی تمنا تھی کہ کوئی لڑکا پیدا ہوتا تاکہ اس کے ذریعہ اعلیٰ حضرت کے حسب و نسب، فضل و کمال کا سلسلہ جاری رہتا، خداوند عالم کی شان ۱۳۲۵ھ میں مولوی ابراہیم رضا خاں صاحب قبلہ کی ولادت ہوئی، نہ صرف والدین اور اعلیٰ حضرت بلکہ جملہ متوسلین کو ازحد خوشی ہوئی، اس خوشی میں من جملہ اور باتوں کے اعلیٰ حضرت نے جملہ طلبائے مدرسہ اہل سنت و جماعت منظر اسلام کی ان کی خواہش کے مطابق دعوت فرمائی۔

بنگالی طلبہ سے فرمایا آپ لوگ کیا کھانا چاہتے ہیں؟ انھوں نے کہا ''مچھلی بھات'' چنانچہ ''روہو'' مچھلی بہت وافر طریقے پر منگائی گئی اور ان لوگوں کی حسب خواہش دعوت ہوئی، بہاری طلبہ سے فرمایا: آپ لوگوں کی کیا خواہش ہے؟ ہم لوگوں نے کہا

''بریانی، زردہ، فیرنی، کباب، میٹھا ٹکڑا وغیرہ'' بہاریوں کے لیے پر تکلف کھانا تیار کرایا گیا، پنجابی اور ولایتی طلبہ کی خواہش ہوئی ''دنبے کا خوب چربی دار گوشت اور تنور کی پکی گرم گرم روٹیاں'' ان لوگوں کے لیے وافر طور پر اسی کا انتظام ہوا، اس وقت خاص عزیزوں، مریدوں کے لیے جوڑا بھی تیار کیا گیا تھا، نہایت ہی مسرت کے ساتھ لکھتا ہوں کہ میں بھی انہیں خاص لوگوں سے ہوں جن کے لیے جوڑا بھی تیار کرایا گیا تھا۔'' [حیات اعلیٰ حضرت، ج۱: ص ۱۱۰]

مذکورہ سطور سے ظاہر ہوگیا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہٗ کے یہاں بہت سے بنگالی طلبہ بھی زیر تعلیم تھے تو اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہاں کے اہل علم اور علما سے آپ کے اچھے تعلقات تھے مزید اس کا اندازہ آپ کے مجموعۂ فتاویٰ ''العطايا النبوية في الفتاوى الرضوية'' معروف بہ ''فتاویٰ رضویہ'' سے لگایا جاسکتا ہے، وہ باتیں جو فتاویٰ رضویہ اور دیگر کتب کے مطالعہ کے بعد سمجھ میں آئیں وہ یہ ہیں:

بنگلہ دیش کے عوام وخواص اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ کے علم وفضل کے معترف تھے، بنگلہ دیش کے عوام وخواص بلکہ اخص الخواص یعنی علما ومشائخ بھی اپنے دینی و شرعی اور علمی و تحقیقی مسائل میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ کی جانب رجوع فرمایا کرتے تھے، بنگلہ دیش کے اندر رائج بہت سی بدعت وخرافات کا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ نے رد بلیغ فرمایا، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ کے مریدین وخلفا اور تلامذہ نے بنگلہ دیش میں اشاعت دین کے لیے نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔

امام اہل سنت کے بنگلہ دیشی مستفتیین

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہٗ سے بنگلہ دیش کے مختلف علاقوں سے فتاویٰ حاصل کرنے والے علما ومشائخ اور عوام وطلبہ کی ایک طویل فہرست ہے تقریب کے لیے اس اجمال کی کچھ تفصیل اس اعتبار سے پیش کی جاتی ہے کہ کس شہر سے کتنے مستفتیین نے سوالات ارسال کیے:

ڈھاکہ سے ۱۲/ چاٹگام سے ۲۰/ سلہٹ سے ۲۰/ میمن سنگھ سے ۱۶/ نواکھالی سے ۲۰/ پابنہ، سراج گنج سے ۸/ کمرلہ سے ۱۲/ جسر، نصیر آباد سے ۷/ فرید پور سے ۸/ رنگ پور سے ۸/ برسیال سے ۴/ دیگر مختلف مقامات سے ۱۰/ اور مختلف جگہوں پر قیام پذیر ۲۹/ مستفتیین نے آپ سے استفتا کرکے ذریعہ استفادہ کیا، اس تعداد میں بہت سے ان مستفتیین کو شامل نہیں کیا گیا، جنہوں نے کسی دوسرے شہر سے حصول تعلیم کے دوران استفتا کیا ہے، اگر ان تمام کو شامل کرلیا جائے تو مستفتیین کی یہ تعداد دو سو سے تجاوز کر جائے گی۔

امام اہل سنت سے استفتا کرنے والے علما ومشائخ

فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں ان علما ومشائخ اور اہل علم میں سے کچھ کے نام تحریر کیے جاتے ہیں جنہوں نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ سے استفتا کرکے فتاویٰ حاصل کیے:

(۱) مولانا سید محمد حبیب الرحمن سلہٹی آپ نے مدرسہ امدادیہ مراد آباد سے جماعت ثانیہ کے متعلق استفتا ارسال کیا تھا، جس کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ نے ایک رسالہ ''القطوف الدانية لمن أحسن الجماعة الثانية'' (۱۳۱۳ھ) (جماعت ثانیہ کو مستحسن قرار دینے والے کے لیے جھکے ہوئے گوشے) تحریر فرمایا۔

(۲) غلام محی الدین عرف محمد سلطان الدین حنفی قادری برکاتی سلہٹی آپ کے ہی جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ ایک رسالہ ''دفع زاغ زیغ (کوے کی کجی کو دور کرنا) ملقب بہ لقب تاریخی ''رامی زاغیان'' (۱۳۲۰ھ) تحریر فرمایا۔

(۳) مولانا وحید اللہ صاحب، مدرسہ عالیہ اسلامیہ، کالاپل، فقیرہاٹ، پوسٹ کانت، چاٹگام، جنھیں شیر بنگلہ حضرت علامہ سید عزیز الحق قادری قدس سرہ نے تاج العلما، بدر الفضلا، عمدۃ المحققین، مبلغ اسلام، مناظر اہل سنت جیسے آداب و القابات کے ساتھ یاد فرمایا ہے۔

حضرت مولانا وحید اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے وقت کے جید عالم دین تھے اور مدرسہ عالیہ اسلامیہ، کالاپل، فقیر

ہاٹ، پوسٹ کانت، چاٹگام میں تدریسی خدمات انجام دیتے تھے حضرت مولانا محمد اسمٰعیل نعمانی صدر المدرسین الامین الباریہ کامل ماڈل مدرسہ چاٹگام نے بتایا کہ ان کے والد گرامی بھی بہت بڑے عالم دین تھے ان کا نام حضرت مولانا صوفی سید احسن اللہ صاحب قدس سرہ ہے اب ''سیکل بہا'' میں ہی ایک مدرسہ قائم کیا گیا ہے جس کا نام کالارفول وحیدیہ فاضل مدرسہ ہے وہیں پر آپ کا مزار آج بھی زیارت گاہ عوام وخواص ہے۔

(۴) مولوی عبد الحمید صاحب شنوپوری، ڈاک خانہ بیگم گنج، ضلع نواکھالی (آپ ہی کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہٗ ایک رسالہ ''آکد التحقیق بباب التعلیق'' (۱۳۲۲ھ) (باب تعلیق کے متعلق تحقیق انیق) تحریر فرمایا۔

(۵) مولوی ممتاز الدین صاحب، موضع شاکوچیل، ڈاک خانہ جگیش پور، ضلع سلہٹ اذان ثانی کے متعلق آپ کے ارسال کردہ استفتا جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ ایک رسالہ ''أوفی اللمعۃ فی أذان یوم الجمعۃ'' (۱۳۲۰) (اذان جمعہ کے بارے میں کامل رہنمائی) تحریر فرمایا۔

(۶) مولوی عباس علی عرف مولوی عبد السلام صاحب، مقام ہتیا، ضلع نواکھالی (آپ کے ہی جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ ایک رسالہ ''التحریر الجید فی حق المسجد'' (۱۳۱۵) (مسجد کے حق میں عمدہ تحریر) تحریر فرمایا۔

(۷) مولوی امید علی صاحب، موضع چرقاضی پور، ضلع پابنہ (آپ کے استفتا کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہٗ نے ایک رسالہ ''خیر الآمال فی حکم الکسب و السوال'' (۱۳۱۸) (کمانے اور مانگنے کے حکم میں بہترین امیدیں) تحریر فرمایا۔

(۸) جناب مولوی عبد اللطیف ہزاری صاحب، ککینہ، ضلع رنگ پور (آپ ہی کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہٗ نے ایک رسالہ ''رسالہ مسائل سماع'' (۱۳۲۰) (قوالی کے مسئلے) تحریر فرمایا۔

(۹) حضرت مولانا سفیر الرحمن ہاشمی قدس محدث ''دار العلوم عالیہ مدرسہ چندن پورہ'' اپنے وقت کے جید عالم وفقیہ اور علم حدیث میں ماہر تھے بنگلہ دیش کے مشہور شہر ضلع چاٹگام کی سب سے قدیم درس گاہ ''دار العلوم عالیہ مدرسہ چندن پورہ'' میں محدث کی حیثیت سے خدمت انجام دیتے تھے، علاقے میں محدث وصوفی بزرگ کے نام سے مشہور تھے، چاٹگام کی قدیم ترین ''اندر قلعہ شاہی جامع مسجد'' کے خطیب وامام بھی تھے اور اس مسجد کی تعمیر وترقی میں وہ عظیم کارنامہ انجام دیا ہے کہ آج ان کو اس مسجد کا بانی ثانی بھی کہا جاتا ہے، یہ آپ کا طرۂ امتیاز تھا کہ آپ اپنے زمان کے ایک ماہر طبیب وحکیم تھے آپ نے ''ہاشمی دواخانہ'' نام سے ایک مطب قائم کیا اسی کی آمدنی سے اپنی گزربسر فرماتے تھے، دین خدمت کو خلوص وللّٰہیت کے ساتھ بلا معاوضہ سر انجام دیا کرتے تھے، ان کا قائم کردہ مطب ''ہاشمی دواخانہ'' آج بھی ''اندر قلعہ شاہی مسجد'' سے متصل موجود ہے، ان کے خاندان میں آج بھی علم وادب کی چمک باقی ہے، ان کا مزار پر انوار ''سلیم پور'' ضلع چاٹگام میں آج بھی زیارت گاہ عوام وخواص ہے آپ کو صاحب تصرف اولیائے کرام اور خدمت دین کرنے والے مخلص علمائے کرام میں شمار کیا جاتا ہے۔ [راوی حضرت مولانا نظام الدین رضوی، ناظم الامین الباریہ کامل مدرس درس نظامی]

تاج العلما، بدر الفضلا، عمدۃ المحققین، مبلغ اسلام، مناظر اہل سنت شیر بنگلہ حضرت علامہ سید عزیز الحق قادری قدس سرہ نے آپ کو در مدح صدر العلما، بدر الفضلا، فخر الحکما، پیشوائے سالکاں، مرشد اہل زماں، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، استاذ العلما، یادگار اہل صفا، شیخ الاسلام، حضرۃ الحاج علامہ صوفی محدث سید سفیر الرحمن نقشبندی والقادری جامع صفات ظاہری وباطنی مظہر فیوضات ربانی مخزن کمالات صوری الچاٹگامی سلیم پوری علیہ رحمۃ ربہ الباری جیسے آداب والقابات کے ساتھ یاد فرمایا ہے۔

(۱۰) مولوی عبد الجلیل صاحب، موضع ادھونگر، شہر اسلام آباد چاٹگام

(۱۱) جناب مولوی قدرت اللہ صاحب، موضع نیا گاؤں، چاٹگام

(۱۲) مولوی اسمٰعیل صاحب'' موضع پھمرا، تھانہ راؤجان، ضلع چاٹگام

(۱۳) مولوی خواجہ شمس الدین محمد فریدی، موضع بیرا، ڈاک خانہ سڑا گنج، ضلع ڈھاکہ

(۱۴) حافظ مخلص الرحمن، مدرسہ حافظ پور، ڈاک خانہ نہروی، ضلع ڈھاکہ

(۱۵) مولوی سید عبدالرؤف صاحب، ڈھاکہ

(۱۶) مولوی مہدی صاحب موضع پھمرا، تھانہ راؤجان، ضلع چاٹگام

(۱۷) مولوی محمد اکرم صاحب، موضع قاسم نگر، ضلع سلہٹ

(۱۸) حافظ عبدالحمید صاحب، گھوڑمرا، ڈاک خانہ آدم پور، ضلع سلہٹ

(۱۹) مولانا انوارالدین صاحب، موضع شوبید پور، ضلع سلہٹ

(۲۰) مولوی عبدالحکیم صاحب، موضع نارائن پور، ڈاک خانہ ایٹ کہولا، ضلع سلہٹ

(۲۱) مولوی عبدالغنی صاحب، موضع پھول ٹولی، ڈاک خانہ کمال گنج ضلع سلہٹ

(۲۲) مولوی عبدالحکیم صاحب، موضع نارائن پور، ڈاک خانہ ایٹ کہولا، ضلع سلہٹ

(۲۳) محمد عبدالحافظ صاحب، مدرس اول مدرسہ اسلامیہ، تاراکاندی، پوسٹ پاکندیہ، ضلع میمن سنگھ

(۲۴) جناب مولوی سعید الرحمن صاحب، موضع گھاگرہ، ڈاک خانہ پائیکوڑہ، ضلع میمن سنگھ

(۲۵) مولوی علیم الدین صاحب چاٹگامی

(۲۶) جناب مولوی عبدالکریم صاحب، جونیر مدرسہ، موضع شرشدی، ڈاک خانہ فیسنی، ضلع نواکھالی

(۲۷) مولوی عبدالعلی صاحب، ڈاک خانہ قاضی ہاٹ متصل بختیار منشی کے بازار، ضلع نواکھالی

(۲۸) مولوی عبدالباری صاحب، ضلع نواکھالی

(۲۹) مولوی محمد عبدالقادر صاحب، مدرس اول مدرسہ جونپوری، مدرس اول مدرسہ منیر سراج گنج

(۳۰) مولوی جمال الدین صاحب، جونیر مدرسہ قادریہ، ڈاک خانہ سنواہ، ضلع چاٹگام

(۳۱) مولوی عبدالغفور صاحب، موضع پانسیر، ضلع کمرلہ

(۳۲) مولوی عبدالحمید صاحب، موضع چاند پور، ضلع کمرلہ

(۳۳) مولوی کازم الدین صاحب، شہر کمرلہ

(۳۴) مولوی محمد الٰہی بخش صاحب، موضع بیشکاطالی، ضلع کمرلہ

(۳۵) مولوی عبدالجبار صاحب، موضع ہرمنڈل، ضلع کمرلہ

(۳۶) مولوی تمیزالدین صاحب، ضلع نصیر آباد

(۳۷) شیخ اصغر علی، محلہ قطب دیا، چاٹگام

(۳۸) جناب مولوی ابوسعید محمد عارف صاحب، لال پور، ضلع پیڑا

(۳۹) مولانا سید مفیض الرحمن صاحب، مدرسہ عزیزیہ، ڈاک خانہ راموچکما کول، ضلع چاٹگام

(۴۰) مولوی اظہرالدین صاحب، بنگالی

(۴۱) مولوی رمضان علی، بنگالی

(۴۲) مولوی امیر احمد صاحب بنگالی

(۴۳) مولوی عبدالقادر صاحب

(۴۴) مولوی سکندر علی صاحب، موضع کاؤنچی بازار، تھانہ کیوکتو، شہرا کیاب

(۴۵) مولوی عبدالودود صاحب قادری برکاتی، بنگالی

(۴۶) مولوی رحیم بخش صاحب، بنگالی

(۴۷) مولوی بدیع الزماں صاحب، بنگالی

(۴۸) مولوی محمد سلطان صاحب، بنگالی

(۴۹) جناب مولوی رمضان علی صاحب

(۵۰) مولوی عبداللہ صاحب، بنگالی

وہ رسائل رضویہ جن کا تعلق بنگلہ سے ہے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ نے مندرجہ ذیل ۱۳ ؍رسائل ایسے تحریر فرمائے ہیں کہ جن کا تعلق بنگلہ دیش سے ہے:

رضویات

(۱) راد القحط و الوباء بدعوة الجيران و مواساة الفقراء (۱۳۱۲ھ) (پڑوسیوں کی دعوت اور فقیروں کی غم خواری کے ذریعہ قحط اور وبا کو لوٹا دینے والا)۔

(۲) هبة النساء فی تحقق المصاهرة بالزنا (۱۳۱۵ھ) (زنا سے حرمت مصاہرہ کے ثبوت میں تحقیق جلیل)

(۳) القطوف الدانية لمن أحسن الجماعة الثانية (۱۳۱۳ھ) (جماعت ثانیہ کو مستحسن قرار دینے والے کے لیے جھکے ہوئے گوشے)

جماعت ثانیہ بلا اذان و اقامت جائز ہے یا نہیں، اس کے جواب میں آپ نے یہ رسالہ تحریر فرمایا اور اس کے جواز پر دلائل پیش فرمائے، یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ مترجم جلد ۷ رمیں شامل ہے اور تقریباً ۱۵ رصفحات پر مشتمل ہے۔

(۴) أوفى اللمعة فی أذان یوم الجمعة (۱۳۲۰ھ) (اذان جمعہ کے بارے میں کامل رہنمائی)

مسجد کے اندر جمعہ کی اذان ثانی کے متعلق اس رسالے میں دلائل و براہین سے موقف حقہ کی ترجمانی فرمائی ہے مستحکم دلائل سے مزین یہ رسالہ تقریباً ۱۰ رصفحات پر مشتمل ہے اور فتاوی رضویہ مترجم جلد ۸ رمیں شامل ہے۔

(۵) دفع زاغ زیغ (کوے کی کجی کو دور کرنا) ملقب بہ لقب تاریخی ''رامی زاغیان'' (۱۳۲۰ھ)

اس رسالے میں آپ نے کوے کی حرمت کے حکم کو واضح فرمایا ہے اور ساتھ ہی میں دیوبندیوں کے پیشوا و امام ''رشید احمد گنگوہی'' پر کوے کے متعلق ۱۴ رسوالات بھی قائم کیے ہیں۔

۱۳۲۰ھ سے آج ۱۴۳۸ھ تک ۱۱۸ رسال کی طویل مدت گزرنے کے باوجود بھی پوری دنیائے دیوبندیت کے لیے چیلنج و قرض ہیں، یہ رسالہ فتاوی رضویہ مترجم، جلد ۲۰ رمیں شامل ہے اور تقریباً ۲۰ رصفحات پر مشتمل ہے۔

(۶) آكد التحقيق بباب التعليق (۱۳۲۲ھ) [باب تعلیق کے متعلق تحقیق انیق]

یہ رسالہ ۷۴ رصفحات پر مشتمل فتاویٰ رضویہ مترجم جلد ۱۳ ر میں شامل ہے، نہایت ہی تحقیق و تفصیل کے ساتھ اس رسالے میں ''تعلیق طلاق'' کے مسائل بیان کیے گیے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ دیوبندی مفتی ''مولوی وجیہ اللہ دیوبندی'' باشندہ بنگال کے اس متعلق خلاف شرع فتوی کا دندان شکن اور جواب لاجواب بھی دیا ہے اور اس کے جاہلانہ فتویٰ کو ۲۱ رطریقوں سے رد کیا ہے، ۱۳۲۲ھ سے لے کر اب ۱۴۳۸ھ تک تقریباً ۱۱۶ رسال کی مدت مدید گزر جانے کے باوجود کوئی بھی دیوبندی سورما اس بات کی جرأت نہیں کر کا کہ تحقیق امام کی جانب آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے، یقیناً یہ حق کی نشانیوں میں سے ایک واضح نشانی ہے۔

(۷) التحرير الجيد فی حق المسجد (۱۳۱۵ھ) (مسجدوں کے حق میں عمدہ تحریر)

مسجدوں کی چیزیں فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس موضوع پر تقریباً ۱۹ رصفحات پر مشتمل یہ تحقیقی رسالہ فتاویٰ رضویہ مترجم، جلد ۱۶ ر میں شامل ہے۔

(۸) خير الآمال فی حکم الکسب و السوال (۱۳۱۸ھ) (کمانے اور مانگنے کے حکم میں بہترین امیدیں)

یہ رسالہ نافع قبالہ اس سوال کہ جواب پر مشتمل ہے کہ روپیہ کمانا کس وقت فرض ہے، کس وقت مستحب، کس وقت مکروہ، کس وقت حرام اور سوال کرنا کب جائز ہے کب ناجائز ہے؟ یہ رسالہ ۱۹ رتحقیقی و تفصیلی صفحات پر مشتمل ہے اور فتاویٰ رضویہ مترجم، جلد ۲۳ رمیں شامل ہے۔

(۹) رسالہ مسائل سماع (۱۳۲۰ھ) (قوالی کے مسئلے)

یہ رسالہ سماع و رقص، راگ و سرود، مزامیر و معازف وغیرہ کی مجالس کے لیے جھاڑ و فانوس، شامیانہ و فرش وغیرہ کے تکلفات جو کیے جاتے ہیں، ان کے مسائل و احکام پر مشتمل ہے اس میں ۲۰ رصفحات ہیں اور یہ فتاویٰ رضویہ مترجم، جلد ۲۴ رمیں شامل ہے۔

(۱۰) الدلائل القاهرة علی الکفرة النیاشرة (۱۳۳۵ھ) (نیچری کافروں کے خلاف دلائل قاہرہ)

یہ رسالہ نیچریوں کے رد پر ہے فتاویٰ رضویہ مترجم جلد ۱۵ ر

میں شامل تقریباً ۳۶ رصفحات پر مشتمل ہے، یہ رسالہ اگر چہ کسی بنگلہ دیشی شخص کے جواب میں نہیں لکھا گیا لیکن اس پر سلہٹ بنگلہ دیش کے عالم و مفتی ''ابونعیم محمد ابراہیم قدس سرہ'' جو مدرسہ عثمانیہ کلکتہ میں بحیثیت مدرس اوّل (صدر مدرس) خدمات انجام دے رہے تھے، ان کی تصدیق اس رسالے میں موجود ہے۔

(۱۱) الجام الضاد عن سنن الضاد (۱۳۱۷ھ) (ضاد کے طریقوں سے روکنے والے کے منہ میں لگام دینا)

یہ رسالہ بھی اطراف بنگالہ وغیرہ میں کچھ لوگ ''ض'' معجمہ کو قصداً ''ظ'' یا ''ذ'' بلکہ ''ز'' معجمات پڑھتے ہیں اور اسی کا دوسروں کو امر کرتے ہیں اور عام عوام ہندوستان میں جس طرح یہ حرف ادا کیا جاتا ہے، جس سے بوئے دال مہملہ پیدا ہوتی ہے، اس کے شرعی حکم کے بارے میں تحریر فرمایا، یہ ۱۹ رصفحات پر مشتمل ہے اور اور فتاویٰ رضویہ مترجم، جلد ۶ رمیں شامل ہے۔

(۱۲) حقة المرجان لمهم حكم الدخان (۱۳۰۷ھ) (مرجان کی صندوقچی حقہ کے ضروری حکم کے بیان میں)

یہ رسالہ حقہ پینے اور تمبا کو کھانے کے حکم شرعی کو بیان کرنے کے لیے تحریر فرمایا، یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ مترجم کی جلد ۲۵ رمیں شامل ہے۔

(۱۳) ماحی الضلال فی انکح الهند وبنجاله (۱۳۱۷ھ) (بنگال اور ہندوستان میں نکاحوں کے بارے میں کوتاہی کو مٹانے والا)

یہ رسالہ برصغیر میں مجالس و محافل نکاح کے اندر پائے جانے والے خلاف شرع امور کے رد کے بیان میں ہے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے نام سے ہی اشارہ فرمادیا ہے کہ بنگالہ اور ہند کے نکاح میں جو کوتاہیاں ہوتی ہیں، یہ ان کو مٹانے والا ہے یہ رسالہ ۱۲ رصفحات پر مشتمل ہے، فتاویٰ رضویہ مترجم کی جلد ۱۱ رمیں شامل ہے۔

امام احمد رضا علما و مشائخ بنگلہ دیش کی نظر میں

تاج العلما، بدر الفضلا، عمدۃ المحققین، مبلغ اسلام، مناظر اہل سنت شیر بنگلہ حضرت علامہ سید عزیز الحق قادری (ولادت ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۶ء، وفات ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹ء) بنگالہ کے بلند رتبہ عالم و فاضل، مبلغ و مصلح، مناظر و فقیہ، اردو، عربی، فارسی اور بنگلہ زبان کے شعلہ بیان مقرر و ادیب اور قادر الکلام شاعر اور صاحب کرامت بزرگ تھے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ سے آپ کی دینی محبت کیسی تھی، اس کا اندازہ اس نظم سے لگایا جا سکتا ہے جو آپ نے اعلیٰ حضرت کے مناقب بیان کرتے ہوئے تحریر فرمائی ہے، نظم سے پہلے جن آداب والقاب سے امام کا تذکرہ کیا ہے پہلے ان کو ملاحظہ فرمائیں:

درمدحِ امامِ اہل سنت، مجددِ ملت، حامیِ سنت، قاطعِ بدعت، پیشوائے عالماں، مقتدائے فاضلاں، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، صاحبِ تصانیف کثیرہ و مقامات عالیہ، شیخ الاسلام، فخر الہند حضرت علامہ اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی علیہ رحمۃ ربہ الباری۔

مرحبا صد مرحبا صد مرحبا صد مرحبا
از برائے فخرِ ہند احمد رضا خاں مرحبا
مقتدائے اہل سنت بود آں رشکِ زماں
صاحبِ تالیف وتصنیفات آمد بے گماں
دافعِ کفر و ضلالت رہبرِ راہِ ہدی
عہدِ حاضر را مجددِ آں امامِ باصفا
گر نبودے ذاتِ پاکش اندراں ہندوستاں
دشمن احمد وہابیاں شدندے اہل آں
نعمتِ عظمیٰ برائے اہل سنت بے گماں
زہر قاتل بود لیکن از برائے وہبیاں
تربتش را باغِ جنت از اے ربِّ جہاں
استجب یا رب طفیلِ سرورِ پیغمبراں
در بریلی گشت واقع روضۂ پر نور او
مردماں پر فیض باشند دائما از ذات او
نام ناظم گر تو خواہی شیر بنگالہ بداں
منکرانِ سنیاں را سیفِ برّاں بے گماں

[دیوان عزیز شریف، ص ۳۶]

حضرت شیر بنگلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جس طرح اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے خاص محبت تھی ویسے ہی آپ کے خلفا و تلامذہ سے بھی قلبی لگاؤ تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ نے صدر الشریعہ حضرت علامہ امجد علی اعظمی (م ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) صدر الافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی (م ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) شیر بیشۂ اہل سنت حضرت علامہ حشمت علی خان قادری لکھنوی پیلی بھیتی (م ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۰ء) محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ سردار احمد قادری (م ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء) رحمہم اللہ کی شان میں بھی بڑے بڑے آداب و القاب اور نہایت الفت و محبت کے ساتھ ساتھ نظم کہی ہے اور ان کی رفعت و عظمت کو بیان کیا ہے جو ان کے دیوان ''دیوان عزیز'' میں موجود ہے۔

حضرت علامہ حافظ قاری سید احمد شاہ القاری سریا کوٹی (م ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء) بنگلہ دیش کے مشہور شہر چاٹگام میں ایک مرکزی جامعہ کی بنیاد رکھی اور ان کلمات کے ساتھ اس مدرسہ کی ابتدا کی گئی ''یہاں مسلک اعلیٰ حضرت کی بنیاد پر دین کی تعلیم دی جائے گی۔'' [ماہ نامہ معارف رضا، کراچی، مارچ ۲۰۱۱ء]

اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت علامہ حافظ قاری سید احمد شاہ القاری سریا کوٹی قدس سرہ کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ سے نہ یہ کہ صرف محبت تھی بلکہ وہ آپ کو حق و صداقت اور رشد و ہدایت کی علامت بھی تصور کیا کرتے تھے۔

مولوی عبد الحمید صاحب شنوپوری، ڈاک خانہ بیگم گنج، ضلع نوا کھالی، بنگلہ دیش نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کی عظمت و رفعت اور ان کے بلند پایہ رتبہ و مقام کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

بگرامی خدمت، فیض درجت، مجمع الفضائل، منبع الفواضل، کاشف دقائق شرعیہ، واقف حقائق عقلیہ نقلیہ، محی السنۃ النبویہ، مروج الاحادیث المصطفویہ، صاحب التحقیقات الرائقہ، زبد السعادت الفائقہ، اعنی مولانا المولوی شاہ احمد رضا خاں صاحب دام افضالہم۔

بعد ادائے تسلیمات فرواں و کورنشات بیکراں معرض آں خدمت یہ ہے۔'' [فتاویٰ رضویہ، مترجم، ج ۱۳، ص ۱۵۵]

مولوی محمد الٰہی بخش صاحب، موضع بیشکطالی، ضلع کمرلہ، بنگلہ دیش نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کو مندرجہ ذیل آداب والقابات کے ساتھ ذکر کر کے اپنی نیازمندی و عقیدت واحترام کا اظہار فرمایا:

''قبلہ شفقت ومرحمت وکعبہ عاطفت وراحت واسطہ حصول عزت دو جہانی وسیلہ وصول سعادت جاودانی اید اللہ افضالہم وعم نوالہ دامت شموس عنایاتہم بازغ ناصی فدویت و ارادت رابغازہ مفاخرت و سعادت مانند گل رنگیں ساختہ بگزارش مدعا پرداختہ کہ ایں احقر رابرائے چند مسائل بغایت ضرورت افتاد، لہٰذا بسیار حیران وسرگرداں ست، ونیز کسے راچنداں غربانوازی بیند کہ بخوب ترین جواب از کتب معتبرہ ارزانی داشتہ خاطر ایں فدوی را تسکین دہد، وہم تشفی خاطر باشد، لہٰذا بجا د شان کیوان ایوان معروض دارد کہ ازروئے بندہ نوازی جواب مسائل ذیل را، بطریق فتاوے عطا فرمایند۔ یعنی قبلہ شفقت ورحمت کعبہ عاطفت ورافت دونوں جہان کی عزت کے حصول کا واسطہ، ہمیشگی سعادت کی رسائی کا وسیلہ، اللہ تعالیٰ ان کے جود و کرم کو دوام بخشے، ان کی عنایات کا سورج چمکتا رہے، ارادت وغلامی کی پیشانی، فخر وسعادت کے پوڈرے رنگین پھول کی طرح ہوجائے وہ اپنے مدعا کی گزارش کرتا ہے کہ اس عاجز کو چند مسائل کی انتہائی ضرورت پیش آ گئی لہٰذا بہت حیران اور پریشان ہے نیز اس قدر کسی کو غربا پرور نہیں سمجھتا کہ بہت عمدہ جواب معتبر کتابوں سے نکال کر مفت پیش فرمادیں، جو اس غلام کے دل کو تسکین دے اور قلبی تشفی کا باعث ہو، لہٰذا غلامانہ حیثیت سے بلند وبالا آسمان ہفتم کی سی بارگاہ میں عرض کناں ہوں کہ بندہ پروری کرتے ہوئے مسائل ذیل کا جواب بصورت فتویٰ عنایت فرمائیں۔'' [فتاویٰ رضویہ، مترجم، ج ۲۳]

امام احمد رضا کی نظر بنگلہ کلچر پر

ایک مفتی کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ زمانے کے حالات سے واقف ہو، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ

زمانے کے حالات سے نہایت ہی عمدہ طریقے سے واقف تھے، بنگلہ دیش کے حالات سے واقفیت کا اندازہ ان اقتباسات سے بہ خوبی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے ایک استفتا کے جواب میں لکھا:

”الجواب:ــــــ کلیہ در لباس آنست کہ درد بے رعایت سہ امرے باید کردیکے اصل اوحلال باشد ہمچو لباس ریشمیں یازری یا رنگین معصر وزعفران کہ مرد را مطلقا روانیست دوم رعایت ستر آنچہ کہ متعلق بستر است چنانچہ مرد رازیر جامہ وزنان آزاد را از سر تا پا ہمہ لباس پیش اجانب وآنچہ پشت وشکم ازناف تا زیر زانو پوشد پیش محارم واگر تنہا پیش شوہر خودست حاجت ہیچ ستر ندارد الا حیا۔ وازفروع اینہم ست کہ لباس بموضع ستر آنچناں چسپیدہ کہ ہیئت آں عضو رانماید کما ذکرہ فی ردالمحتار حققناہ فی ما علقناہ علیہ۔ سوم لحاظ وضع کہ نہ زی کفار باشد نہ طرق وفساق وایں بردوگونہ است یکے آنکہ شعار مذہب ایشان با شد ہمچوں زنار ہنود وکلاہ مخصوص نصاری کہ ہیٹ نامند بس اینہا کفر بود واگر شعار مذہب نیست از خصوصیات قوم آنہا آنست ممنوع وناروا باشد حدیث صحیح :من تشبہ بقوم فھو منھم۔(سنن ابی داود، کتاب اللباس باب فی لبس الشھر، ج:۲، ص:۲۰۳، آفتاب عالم پریس، لاھور) یعنی قاعدہ کلیہ لباس پہننے میں یہ ہے کہ اس میں تین امور کی رعایت کرنی چاہئے، ایک یہ کہ اصل میں اس کا استعمال کرنا ناجائز ہو، مثلاً ریشمی یا سنہری لباس یا سرخ یا زرد، زعفرانی رنگ کا لباس کہ علی الاطلاق مرد کے لئے اس کا استعمال جائز نہیں۔ (دوسری بات) ستر کی رعایت ہو اس لباس میں کہ جس کا ستر سے تعلق ہے، جیسے مرد کے لئے زیر جامہ اور آزاد عورتیں سرے سے لے کر پاؤں تک غیر محرم (اجنبی) مردوں کے سامنے مکمل لباس پہنے ہوں، البتہ محرم مردوں کے روبرو، پشت اور ناف سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک پردہ پوش ہوں، ہاں اگر تنہا شوہر کے پاس ہو تو پھر اہتمام ستر کی کوئی ضرورت نہیں لیکن اگر شرم وحیا مانع ہو تو الگ بات ہے اور اس کے ذیلی پہلوؤں میں سے یہ بھی ہے کہ لباس محل ستر پر کچھ اس طرح چسپاں ہو کہ اس عضو کی ہیئت نہ دکھائی دے، جیسا کہ فتاویٰ شامی میں ذکر فرمایا اور میں نے اس کے حواشی میں اس کی تحقیق کردی۔ (تیسری بات) لباس کی وضع کا لحاظ رکھا جائے کہ کافروں کی شکل وصورت اور فاسقوں کے طرز وطریقے پر نہ ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں: ایک یہ کہ ان کا مذہبی شعار ہو، جیسے ہندوؤں کا زنار اور عیسائیوں کی خصوصی ٹوپی کہ ”ہیٹ“ کہتے ہیں، پس ان کا استعمال کفر ہے اور اگر ان کے مذہب کا شعار تو نہیں، لیکن ان کی قوم کا خصوصی لباس ہے تو اس صورت میں بھی اس کا استعمال ممنوع (ناجائز ہے) چنانچہ حدیث صحیح حدیث میں فرمایا: جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ اسی میں شمار ہے۔“

[فتاویٰ رضویہ، مترجم، ج ۲۲، ص ۱۹۰]

اسی میں ہے: ”درصورت اولی محمول برظاھر خود ست و در ثانیہ بر زجر وتہدید ودر ثانیہ امر باختلاف ممالک ومراسم مختلف شود مثلاً دربنگالہ ساڑی عام ست مر زنان مسلمات و مشرکات راپس از باب تشبہ نباشد۔ یعنی پس پہلی دوسری صورت میں یہ اپنے ظاہر پر محول ہے، لیکن دوسری صورت میں ڈانٹ ڈپٹ اور ڈراوے پر محمول ہے اور امر ثانی میں اختلاف ممالک اور مراسم کی بنا پر مختلف ہوجاتا ہے، مثلاً بنگلہ دیش میں ساڑھی ایک عام لباس ہے جس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں قسم کی شامل ہیں (لہٰذا اس میں کسی ایک کی کوئی خصوصیت نہیں) لہٰذا اس اس حالت میں ازقبیل تشبہ نہیں۔“

[فتاویٰ رضویہ، مترجم، ج ۲۲، ص ۱۹۱]

ایک مقام پر دھوتی کے متعلق یوں تحریر فرماتے ہیں:

”اور فی نفسہ دھوتی کی حالت کو دیکھا جائے تو اس کی اپنی ذات میں کوئی حرج شرعی بھی نہیں بلکہ ساتر ماموربہ کے افراد سے ہے، اصل سنت ولباس پاک عرب یعنی تہبند سے صرف لٹکتا چھوڑنے اور پیچھے گھرس لینے کا فرق رکھتی ہے، اس میں کسی امر شرعی کا خلاف نہیں تو دو وجہ ممانعت تو قطعاً منتفی ہیں، رہا خاص

شعار کفار ہونا، وہ بھی باطل، بنگالہ وغیرہ پورب کے عام شہروں میں تمام سکان ہندو مسلمان سب کا یہی لباس ہے، یوہیں سب اضلاع ہند کے دیہات میں ہندو مسلمین یہی وضع رکھتے ہیں، رہے وسط ہند کے شہری لوگ، ان میں بھی فنائے شہر اور خود شہر کے اہل حرفہ وغیرہم جنہیں کم قوم کہا جاتا ہے، بعض ہر وقت اور بعض اپنے کاموں ضرورتوں کی حالت میں دھوتی باندھتے ہیں۔''

[فتاویٰ رضویہ، مترجم، ج ۲۴، ص ۵۳۴]

بنگلہ زبان میں قرآن کے مطالب لکھنے کا حکم

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ سے بنگلہ زبان میں مطالب و شان نزول اور قصص کو قرآن شریف میں عربی زبان کے نیچے لکھنے کے متعلق سوال کیا گیا، اس متعلق آپ کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

الجواب: جائز ہے جبکہ فائدے مطابق شرع ہوں واللہ تعالیٰ اعلم۔''

[فتاویٰ رضویہ، مترجم، ج ۲۳، ص ۷۰۹]

بنگلہ دیش دار الحرب یا دار الاسلام

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ نے بنگلہ دیش کو دار الاسلام فرمایا ہے آپ تحریر فرماتے ہیں:

''اور بحمد اللہ تعالیٰ ہم نے اپنے فتاویٰ میں دلائل قاہرہ سے ثابت کیا ہے کہ تمام ہندوستان سرحد کابل سے منتہائے بنگالہ تک سب دار الاسلام ہے تو یہاں جتنے شہر و قصبات میں (جن کو شہر کہتے ہیں اور وہ نہ ضرور ایسے ہی ہوتے ہیں جن میں متعدد محلے، متعدد و دائمی بازار ہیں، وہ پرگنہ ہیں، ان کے متعلق دیہات ہیں، ان میں ضرور کوئی حاکم فیصل مقدمات کے لئے مقرر ہوتا ہے جسے ڈگری ڈسمس کا اختیار ہے نہ فقط تھانہ دار کہ وہ کوئی حاکم نہیں صرف حفاظت اور تحقیقات یا چالان کا مختار ہے) وہ ضرور سب اسلامی شہر ہیں اور ان میں جمعہ فرض ہے۔''

[فتاویٰ رضویہ، مترجم، ج ۸، ص ۳۷۰]

دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں: ''اس تحقیق سے تمام صورِ مستفسرہ کا حکم واضح ہو گیا جو آبادیاں پرگنہ ہے اور ان میں کوئی کچہری ہے (نہ فقط تھانہ یا ڈاک خانہ یا شفا خانہ فیصلِ مقدمات کے لئے نہیں ہوتے) اور وہاں سلطنت اسلام ہے یا پہلے تھی اور جب سے غیر مسلم کا قبضہ ہو بعض شعائر اسلام بلا مزاحمت اب تک جاری ہیں جیسے تمام بلاد ہندوستان و بنگالہ ایسے ہی ہیں وہ سب اسلامی شہر ہیں ان میں جمعہ فرض ہے۔''

[فتاویٰ رضویہ، مترجم، ج ۸، ص ۳۸۲]

اسی میں ہے: ''ہندوستان اور بنگالہ بلا شبہہ شہر دار الاسلام ہیں ان میں جمعہ فرض ہے اس کا ترک سخت گناہ اور اس کا انکار شدید گمراہی ہے۔''

[فتاویٰ رضویہ، مترجم، ج ۸، ص ۴۲۷]

امام احمد رضا اور فیصلہ کرنے والا حاکم

مولوی عبد الحمید صاحب شنوپوری، ڈاک خانہ بیگم گنج، ضلع نواکھالی، بنگلہ دیش نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کو مندرجہ ذیل تحریر ایک فتویٰ حاصل کرنے کے لیے ارسال کی اس تحریر کو مکمل پڑھنے کے بعد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس رہ کی شان فقاہت اور مقام افتا کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ علما تو علما بلکہ فیصلہ کرنے والے حاکم بھی آپ کو اور آپ کے فتوے کو نہایت ہی قدر اور احترام کی نظر سے دیکھتے تھے:

''معرض آں خدمت یہ ہے جناب حضور نے جو فتوائے طلاق معلق بالصلوٰۃ کی تحریر فرما کر ارسال فرمائے تھے، بندۂ گم گشتہ نے ملک کو بھیج دیا اور سب علمائے موافق و مخالفین نے دیکھ کر بہت خرسندیں حاصل کیں بلکہ سب علما متفق ہو کر بسبب فرمان فتوائے موصوف کے زوج احمد سے زوجہ مغلظ کو علاحدہ کیا تھا اور اس پر بہت دن گزر گئے مگر مولوی وجیہ اللہ جو دیوبند سے عنقریب تحصیل کر کے گھر کو گئے، اس نے زوج احمد کو کہا کہ تمہاری زوجہ مطلقہ مغلظ نہیں ہوئی، تم ہماری رائے پر چلو تو ہم فتوائے ہند کو مردود کر دیں گے، چنانچہ احمد علی بھی بوجہ نفع اپنے کے اور بوجہ تعلیم اپنے قول سے منکر ہو گئے، پہلے تعمیم کے منکر اور تخصیص کے راجع، اب بعد چندیں مدت اپنی نیت ظاہر کرتے ہیں کہ نیت ہمارا علی الابد کے لئے ہے اور مولوی وجیہ اللہ نے اس وقت کے نیت کے مطابق ایک فتویٰ بھی لکھا، وہی فتویٰ آپ کی خدمت عالی میں ارسال کرتا ہوں اور فتویٰ تحریر کر کے احمد علی کو مدعی (بقیہ ص ۱۰ پر)

مفتی اعظم اڑیسہ اور مسلک اعلیٰ حضرت! ایک تعارف

نام کتاب : مفتی اعظم اڑیسہ اور مسلک اعلیٰ حضرت
نام مؤلف : علامہ سید اولاد رسول قدسی مصباحی
ضخامت : ۲۸۸ ؍صفحات
قیمت : ۲۰۰ ؍روپے
ناشر : رضا دار المطالعہ، پوکھریرا، سیتامڑھی، بہار
مبصر : مولانا فیضان المصطفیٰ قادری

النور انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک سائنسز ہیوسٹن، امریکہ

چند ماہ قبل عالی جاہ ادیب شہیر حضرت علامہ مولانا سید اولاد رسول قدسی صاحب قبلہ نے اپنی ایک نئی تصنیف ''مفتی اعظم اڑیسہ اور مسلک اعلیٰ حضرت'' کی ایک اعزازی کاپی ہمارے پاس بھیجی، جو کئی دنوں تک ہماری الماری کی زینت بنی رہی اور مصروفیات کی ہماہمی میں اس کے مطالعہ کا موقع نہ ملا، گزشتہ ماہ جب اس پر نظر پڑی تو ذوق مطالعہ نے ورق گردانی پر مجبور کیا، موضوع اہم تھا، چند سطریں ادھر ادھر سے پڑھیں کہ نظر ان صفحات پر پڑی جہاں امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے علم و فضل کی چند مثالیں درج تھیں اور یہ مثالیں اب تک ہمارے مطالعہ میں نہیں آئی تھیں، پھر تو ہم نے پڑھنے کی ٹھان لی اور بات جب ذوق کی ہو تو مصروفیات کا بہانہ نہیں چلتا اور ہجوم کار و افکار سے کچھ نہ کچھ وقت خود بخود نکل آتا ہے، اب ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ یہ کتاب انگلی پر گنی جانے والی ان چند نئی کتابوں میں ہے جنھیں راقم الحروف نے بالاستیعاب پڑھنے کی سعادت حاصل کی، ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ نئی کتابوں میں اب دل نہیں لگتا، امہات الکتب سے فراغت ہے نہ بے نیازی، اور اس دور کی نئی کتابوں میں رکھا ہی کیا ہے؟ لیکن کوئی نئی کتاب موضوع کی جدت اور مواد کی حدت کے اعتبار سے کچھ انفرادی شان دکھائے تو نظریں چرانا مشکل ہو جاتا ہے۔

مولانا سید اولاد رسول قدسی کو ہم اس وقت سے جانتے ہیں، جب موصوف جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں زیر تعلیم تھے اور ہم سے سینئر تھے، عصری علوم سے آراستہ ہونے کے بعد دینی تعلیم کی راہ پر نکلے تھے، طالب علمی کے زمانے میں اپنی وجاہت و سیادت اور نجابت و وقار کے حوالے سے ممتاز مقام رکھتے تھے، بلکہ طلبہ میں اس حیثیت سے بھی منفرد مقام کے حامل تھے کہ قرب و جوار جلسوں میں تقریر کے لیے مدعو کیے جاتے تھے، کالج کی زندگی گزار کر علم دین کے لیے آئے تھے اس لیے انگلش میں مہارت کا سکہ بھی جما ہوا تھا، فراغت کے بعد افریقی ممالک میں چند سال دینی خدمات انجام دینے کے بعد امریکہ پہنچے اور امریکہ میں ان کی دینی خدمات کی دوسری دہائی چل رہی ہے، شخصیت پر کشش، باوقار، وجیہ و شکیل، علمی و ادبی رعب و داب کے ساتھ قد و قامت کا دبدبہ بھی خوب جمتا ہے، شاعری شریانوں میں بسی ہوئی ہے، جس کی برکت سے جماعت علما میں صاحب دیوان شاعر ہونے کا اعزاز بھی رکھتے ہیں، اس کتاب سے اندازہ ہوا کہ اعلیٰ حضرت اور ان کے مسلک سے الفت ان کے DNA میں شامل ہے، شخصیت گونا گوں خوبیوں کا مرقع ہے، النور سوسائٹی آف ہیوسٹن کی مسجد قریش میں ایک زمانے تک خدمات انجام دیتے رہے، یہاں سے جب نیویارک گئے تو ان کی مسجد میں فقیر کو ہفتہ وار درس کے لیے جانا ہوا، ان کے یہاں سے جانے کے بعد پسماندگان میں کچھ ان کی تعریف کرتے ملے کچھ تنقید کرتے، تنقید کرنے والوں سے وجہ پوچھی تو معلوم ہوا کہ موصوف ہر بات میں مسلک لے آتے تھے، دیارِ غیر میں بھاری بھرکم شخصیتیں بھی لچک دار ہو جاتی ہیں، مگر ایک سید باپ کے اس جید سپوت کے کیا کہنے! سبحان اللہ!

اب حضرت موصوف کی اس کتاب کے بعد تو بہت کچھ عرض کرنے کو جی چاہتا ہے، لیکن ہم نے اتنا علی الفور کیا کہ فون کر کے حق گوئی و بیباکی پر مبارک باد پیش کی اور ساتھ میں یہ بھی عرض کر دیا کہ اس کتاب میں خلفائے اعلیٰ حضرت کی فہرست میں محدث اعظم ہند حضرت سید محمد کچھوچھوی اور شمس العلما قاضی شمس الدین جونپوری علیہما الرحمہ کا نام بھی درج ہے، جس کا حوالہ اگرچہ دے دیا گیا ہے مگر ہمارے لیے محل نظر ہے، آپ نے فرمایا کہ اپنے تاثرات قلم بند کر دوں، تو یہ چند سطریں حاضر کر رہا ہوں، نہ محض تعمیل حکم کے لیے بلکہ یہ صدائے دل بھی ہے، یہ کتاب اگرچہ امریکہ کی سرزمین پر لکھی گئی

ہے مگر ہندوستان کے اہل سنت کی حالت زار کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے اور اپنے موضوع سے متعلق مواد سے بھر پور ہے اور اس طرح ترتیب دی گئی ہے کہ سنجیدہ طبع اور غیر سنجیدہ سب کو یکساں دعوتِ مطالعہ دے رہی ہے۔

اس کتاب میں اپنی جماعت اہل سنت کے لیے ''بریلوی'' کے ٹائٹل کی کھل کر حمایت کی گئی ہے اور ''مسلک اعلیٰ حضرت'' تو خاص اس کتاب کا موضوع ہے، جس میں اس تعلق سے مخالفین اور موافقین کے کثیر اقوال وعبارات کو جمع کر کے خوب محاکمہ کیا گیا ہے اور جن لوگوں کو مسلک اعلیٰ حضرت کے نعرے سے الرجی ہے ان کی کماحقہ خدمت گزاری کی گئی ہے۔

کتاب کے ٹائٹل سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ کتاب مسلک اعلیٰ حضرت کے حوالے سے ''مفتی اعظم اڑیسہ'' حضرت مولانا سید عبدالقدوس علیہ الرحمہ کی خدمات پر لکھی گئی ہے، مگر ۲۸۸ رصفحات کی اس کتاب میں والد گرامی کا ذکر خیر دس پندرہ صفحات سے متجاوز نہیں، باقی پوری کتاب مسلک اعلیٰ حضرت کے موضوع سے بحث کرتی ہے، ہاں جابجا یہ ضرور واضح ہوتا ہے کہ حضرت مصنف کی مسلک اعلیٰ حضرت سے وابستگی بنیادی طور پر موروثی ہے، جس کی پشت پر دلائل اور اسلاف کی آرا کا انبار ہے، اس کتاب سے معلوم ہوا کہ مفتی اعظم اڑیسہ جذبات کی حد تک اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے حامی اور اپنے اندرون سے نیاز مند تھے، جس کے اثرات حضرت قدسی کی تحریر وتقریر سے نمایاں ہورہے ہیں ''مسلک اعلیٰ حضرت کا معنی ومفہوم اور اس کی ہمہ گیریت'' اس کتاب کا مرکزی حصہ ہے جو شائقین علم کے لیے لائق مطالعہ ہے۔

ذیلی عنوان ''لفظ بریلوی حقائق کے اجالے میں'' ایک معرکۃ الآرا بحث ہے جس میں قدسی کے نشتر قلم نے بھر پور آپریشن کیا ہے، اس کے تحت چند اکابر ملت کے اقوال تحریر فرمائے جو اس کی حمایت میں ہیں، پھر چار حضرات کی تحریریں درج ہیں جو اس کے خلاف پر ہیں، ان میں علامہ محمد احمد مصباحی کا بھی ذکر ہے، اس مقام پر ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اس حوالے سے مصباحی صاحب نے جو کچھ لکھا اس سے اختلاف کیا جاسکتا ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ رضویات پر ان کی خدمات اتنی زیادہ ہیں کہ شائقین علوم رضا کی طرف سے بجا طور پر وہ تشکر اور دعاؤں کے حق دار ہیں، گزشتہ پچاس سالوں میں جن حضرات کی جہد مسلسل سے تصنیفات وتعلیمات رضا کی اشاعت کا کام ہوا ہے ان میں موصوف کا نام صف اوّل میں آنا چاہیے، جن لوگوں نے ان کے تحریری واشاعتی مشاغل کو آنکھوں سے دیکھا ہے وہ گواہی دیں گے کہ امام احمد رضا کی علمی وراثت کی خوب سے خوب تر اشاعت میں آپ نے زندگی کے شب وروز لگائے ہیں۔

قصیدتان رائعتان، المعتمد المستند، جد الممتار کی شاندار اشاعت ان کی ہی توجہات کی رہین منت ہے، فتاویٰ رضویہ جدید ایڈیشن میں عربی عبارات کا ترجمہ میں بھی آپ نے کردار ادا کیا ہے اور خود ''امام احمد رضا اور تصوف'' اور ''امام احمد رضا کی فقہی بصیرت جد الممتار کے آئینے میں'' جیسی شاندار تصنیف قوم کو عطا کی ہے، یہ باتیں ہم نے اس لیے نہیں درج کیں کہ حضرت قدسی نے حضرت مصباحی کی عزت پر کوئی حملہ کیا ہے بلکہ اس لیے کہ اس عہد خرافات میں کوئی جانباز حضرت مصباحی صاحب کی مندرج تحریر کو ان کی کردار کشی کے لیے استعمال کرنے سے پہلے ان کی خدمات پر بھی ایک نظر ڈال لے۔

مجموعی طور پر علامہ سید اولاد رسول قدسی کی تصنیف موضوع سے متعلق بہترین تصنیف ہے، شروع سے آخر تک قاری کی وابستگی ٹوٹنے نہیں دیتی، علمی مواد سے بھر پور اور ہر بات باحوالہ، ہر ہر سطر سے امام احمد رضا قدس سرہ کی حمایت کے جذبات ابل رہے ہیں، اور ہمارے لیے دلچسپی کی یہی بڑی وجہ ہے، اگرچہ اسلوب بیان میں کہیں کہیں ایسی شدت آگئی ہے جس سے ہم اپنے مزاج میں ہم آہنگی نہیں پاتے، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ جس طرح سے چند ناعاقبت اندیشوں نے اعلیٰ حضرت اور ان کے مسلک کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اس کے جواب میں کچھ نہ کچھ جواب آں غزل کا اسلوبی اثر تو آنا ہی تھا۔ بہر کیف، ہمیں حضرت قدسی کی اس تصنیف سے مسرت ہوئی اور مجموعی طور پر اس کتاب کے مضمون جملہ پر صاد کرنے کو جی چاہتا ہے۔

■■■

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2017-19
NOVEMBER - 2017
PAGES 60 WITH COVER
PER COPY : ₹20.00
PER YEAR : 250.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan

Hazrat Abdullah Ibn Amr (Radiyallahu Anhu) said: I was told that Allah's Massenger (Sallallhu Alaihi Wa Sallam) had said, "Prayer" engaged in by a man while sitting counts as half the prayer, so I went to him sitting counts as half the prayer, so I went to him and I found him praying while sitting, and I put my hand on his head. He said, "What is the matter with you, Abdullah Ibn Amr?" I replaced: "I have been told, Massenger, of Allah (Sallallahu Alaihi Wa Sallam), that you said that prayer engaged in by a man while sitting counts as half the prayer, Yet you yourself are praying while sitting. "He said, "He said, "Yes, but I am not like one of you."

(Muslim Sharif)